روداد جماعت اسلامی

Rudad

(حلقہ خواتین)

Jamā'at-i Islāmī, Halqah-i Khavātīn.

مرتبہ

شعبۂ تنظیم جماعت

شائع کردہ

مکتبۂ جماعت اسلامی

ذیلدار پارک' اچھرہ - لاہور (پاکستان)

قیمت بارہ آنے

رسالہ ترجمان القرآن ماہوار

مرتبہ

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

تمام ہندوستان میں یہ اپنی نوعیت کا ایک ہی ماہوار رسالہ ہے۔ اس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ دُنیا میں جو افکار و تخیلات اور اصولِ تہذیب و تمدّن پھیل رہے ہیں، اُن پر قرآنی نقطۂ نظر سے تنقید کرنا اور فلسفہ و سائنس، سیاست و معیشت، تمدّن و معاشرت ہر چیز میں قرآن و سُنّت کے پیش کردہ اصولوں کی تشریح کرنا اور زمانۂ جدید کے حالات پر اِن اصولوں کو منطبق کرنا اس رسالہ کا خاص موضوع ہے۔

یہ رسالہ امت مسلمہ کو ایک نئی زندگی کی دعوت دیتا ہے اور اسکی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

"اپنے دل اور دماغ کو مُسلمان بناؤ۔ جاہلیت کے طریقے چھوڑ کر اسلام کی صراط مستقیم پر چلو۔ قرآن کو لے کر اُٹھو اور دُنیا میں غالب بن کر رہو"۔

یہ رسالہ ۱۹۳۲ء سے باقاعدہ نکل رہا ہے اور ملک کے مشہور رسالوں کی صفِ اوّل میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ پانچ روپے۔ نمونے کا پرچہ ۸/

مینجر رسالہ "ترجمان القرآن"

لاہور

روداد جماعتِ اسلامی

(حلقۂ خواتین)

منعقدہ لاہور۔ بتاریخ ۱۵ فروری ۱۹۴۸ء

مرتبہ

شعبہ تنظیم جماعتِ اسلامی

شائع کردہ

مکتبہ جماعتِ اسلامی۔ اچھرہ۔ لاہور (پاکستان)

قیمت غیر مجلد ۱۲/

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی طابع و ناشر نے

دی انوار السلام آرٹ پریس گنپت روڈ لاہور

میں چھپوا کر

مکتبہ جماعت اسلامی ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

سے شائع کیا

بار اول　　ستمبر ۱۹۴۸ء　　۲۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

روداد اجتماع خواتین منعقدہ شہر لاہور

بتاریخ ۱۵ر فروری ۴۸ء

حسب اعلان جماعت اسلامی کی ارکان اور ہمدرد خواتین کا اجتماع عام ۱۵ر فروری ۴۸ء کو ۵۔اے۔ ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور میں منعقد ہوا۔ اجتماع میں شہر کے ہر حصے اور طبقے کی خواتین شریک ہوئیں جن کی تعداد ڈیڑھ اور دو سو کے درمیان تھی۔ کارروائی مختصراً درج ذیل ہے:۔

پہلا اجلاس جو خواتین کے لئے مخصوص تھا ٹھیک گیارہ بجے شروع ہوا۔ شریک ہونے والی رکن اور ہمدرد خواتین نے اس کام کی رپورٹیں پیش کیں جو انھوں نے اس وقت تک اپنے حلقۂ کار میں کیا تھا۔ متاثر خواتین نے اپنے تاثرات کا زبانی اظہار کیا، اور جہاں تک ممکن ہو سکا خواتین کارکنوں نے آپس میں تعارف حاصل کیا۔ ان رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ شہر کے چھ حصوں (اچھرہ، چوبرجی کوارٹرز، گوالمنڈی، اندرون موچی دروازہ، اندرون شیرانوالہ دروازہ اور ریلوے کوارٹرز متصل سکھ نیشنل کالج) میں تقریباً پابندی کے ساتھ ہفتہ وار اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں، حلقۂ اثر ترقی کر رہا ہے، اور لٹریچر اور گفتگو کے ذریعے آواز پھیل رہی ہے۔

یہ اجلاس ایک بجے دوپہر کو کھانے اور نماز ظہر کے لئے برخاست ہوا۔

دوسرا اجلاس

یہ اجلاس ڈھائی بجے شروع ہوا۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ سو مرد بھی شریک ہوئے۔ زنانہ اور مردانہ نشستوں کا انتظام مکان کے بالکل جداگانہ حصوں میں تھا، اور دونوں طرف لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ آواز پہنچانے کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ پہلے مولٰنا امین احسن صاحب اصلاحی کی حسب ذیل تقریر، جو انھوں نے الہ آباد کے

اجتماع کے موقعہ پر وہاں کی مستورات کو مخاطب کر کے فرمائی تھی پڑھ کر سنائی گئی۔

دعوتِ اسلامی میں خواتین کا حصّہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم محمدؐ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

محترم خواتین وحضرات! مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ اس شہر میں آکر مجھے ماؤں اور بہنوں سے بھی کچھ کہنے کا موقعہ مل رہا ہے۔ اس وقت غلط تعلیم و تربیت اور غلط روایات کے پھیلنے کی وجہ سے ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ عورتیں جس طرح اپنی روٹی کپڑے کی ذمہ داری مردوں پر سمجھتی ہیں اسی طرح دین کی ساری ذمہ داریاں بھی مردوں ہی پر خیال کرتی ہیں۔ حالانکہ میں پوری ذمہ داری کے ساتھ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام جو دین لیکر آئے ہیں اس دین کی مخاطب عورتیں بھی اسی طرح ہیں جس طرح مرد ہیں۔ فرائض کے حدود ضرور مختلف ہیں لیکن دین کو اختیار کرنے، دین کو قائم کرنے، حق کی راہ میں جدوجہد کرنے، عند اللہ جوابدہ اور مسئول ہونے میں دونوں یکساں ہیں اور ایسے یکساں کہ اگر کوئی عورت اُن حقوق و فرائض میں جو اللہ کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں، کوتاہی کرے گی، تو خُدا کے ہاں اس سے اسی طرح پرسش ہوگی جس طرح مرد سے اس کی کوتاہیوں پر ہوگی۔ وہ مسئولیت سے ہرگز بچ نہیں سکتی۔ اگر آپ اپنی تاریخ کو پڑھیں گی تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کس طرح اقامت دین کی جدوجہد میں عورتوں نے مردوں کے برابر حصّہ لیا ہے۔ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دین حق کی دعوت دی تو سب سے پہلے جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا ان میں ایک خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی ہیں۔ حالانکہ اس وقت اسلام کو قبول کرنا کوئی سہل کام نہ تھا۔ بلکہ دنیا جہان کی مصیبتوں کو مول لینا تھا۔ انھوں نے نہ صرف اسلام کو قبول کرنے میں سبقت کی بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھارس بندھانے والی، غیبی تائید اور حق کی امداد کا یقین دلانے والی، توکل اور بھروسہ کی تلقین کرنے والی بنیں۔ انھوں نے سب سے پہلے تسلی دی، سب سے پہلے دین حق کے اس علم

کو اُٹھایا، اور ایسی وفاداری اور عشق و شوق کے ساتھ کہ ان کی وفاداری نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں اور تمام نسل انسان کے لئے قابل فخر ہے۔

ان کا مال اور ان کا دل و دماغ سب اسلام پر نثار ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کا سب سے زیادہ غم ہوا۔ اس لئے نہیں کہ آپ کی عزیز بیوی آپ سے جُدا ہو گئیں۔ بلکہ اس لئے کہ دین کا سب سے بڑا جاں نثار دنیا سے اُٹھ گیا۔

اہل حق پر سخت سے سخت دور آئے۔ کون سی مصیبتیں ہیں جو اُن پر نہیں توڑی گئیں۔ کانٹوں میں گھسیٹے گئے، تپتی ہوئی ریت پر لٹائے گئے، گرم سلاخوں سے داغے گئے، بُری طرح زد و کوب کئے گئے۔ ان مصیبتوں کو مردوں کی طرح عورتوں نے بھی سہا۔ بلکہ تکلیفیں جھیلنے اور شدائد و مصائب کو برداشت کرنے کی ان سے بہتر مثالیں مرد بھی پیش نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ وہ حق پرست خواتین تھیں جنھیں کسی تدبیر سے بھی رام نہ کیا جا سکا۔ پھر جب وہ وقت آیا کہ مکہ کی فضا اہل حق کے لئے بالکل ہی ناساز گار ہو گئی، قریش نے مسلمانوں پر خدا کی زمین تنگ کر دی اور مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو اس میں بھی خواتین شریک تھیں۔ اس کے بعد ہجرت مدینہ کا مرحلہ پیش آیا تو جس طرح مردوں نے اپنے وطن اور اپنے اعزا اور اپنے املاک و اموال کو خیر باد کہا اسی طرح عورتوں نے بھی سارے علائق کو ترک کر کے حق کا ساتھ دیا۔ اور تاریخ اسلام کے بعد کے صبر آزما مرحلوں میں بھی عورتوں کی قربانی، ان کے استقلال و برداشت، ان کے اسلام سے تعلق کی ایسی شاندار مثالیں ملتی ہیں کہ اگر ان کو بیان کیا جائے تو داستان بہت طویل ہو جائیگی۔ جیسے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جب تک عورتیں اپنے درجہ کو ٹھیک ٹھیک سمجھتی تھیں، اور جب تک یقین دلوں میں جاگزیں تھا کہ اسلام کی دعوت کے مخاطب مرد و عورت دونوں ہی ہیں، اور اقامت دین کی ذمہ داری میں دونوں برابر کے شریک ہیں، عورتیں راہ حق کے جانباز سپاہیوں میں تھیں، اس راہ کی پتھر نہیں بنی تھیں۔ عرب کی معاشرت میں یوں بھی عورت کی منزلت بہت پست تھی۔ اس لئے مخالفین کو ان پر مظالم توڑنے کی اور بھی زیادہ سہولتیں حاصل تھیں۔ عورتوں نے ان تمام تلخیوں کو گوارا کیا اور عشق حق اور محبت رسول کی ایسی روایتیں قائم کیں کہ ان کو سُن کر آج بھی دلوں میں گرمی اور ایمان میں

تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ احد کے معرکے میں نبی اکرم اور آپ کے بہت سے رفقا، اصحاب کو سخت حالات سے دو چار ہونا پڑا۔ اس معرکے میں بعض دوسری ناگوار افواہوں کے ساتھ یہ خبر بھی پھیل گئی کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ اس خبر کا مدینہ پہنچنا تھا کہ ایک انصاریہ خاتون گھر سے نکل پڑیں کہ جو وجود پاک دین حق جاننے کا واحد ذریعہ تھا کیا واقعی وہ بھی دستِ ستم کا نشانہ بن گیا؟ وہ مدینے سے نکل کر سیدھی میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ احد سے واپس آنے والا جو شخص ملتا اُس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کرتیں۔ بعض آدمیوں نے ان سے کہا کہ نہایت غم و افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ تمہارا نوجوان بیٹا، تمہارے والد، اور تمہارے شوہر جنگ میں شہید ہو گئے۔ یہ خبر کس قدر صبر آزما تھی! ایک عورت کا کلیجہ پھاڑ دینے کے لئے ان میں سے کوئی ایک خبر بھی کافی تھی۔ اُن کے عزیز ترین سہارے ایک ایک کر کے اس طرح رخصت ہو گئے تھے۔ لیکن ان کا اسلام سے جو تعلق تھا اس کا ذرا اثر دیکھیے؟ فرماتی ہیں ——— میں باپ، بھائی اور شوہر کا ماجرا نہیں پوچھ رہی ہوں یہ بتاؤ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انھوں نے بشارت دی کہ الحمد للہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ بولیں کہ میں اس کو اس وقت تک باور نہیں کر سکتی جب تک روئے مبارک کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ اس کے بعد حضورؐ کو صحیح و سالم دیکھ کر فرمایا کُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ، اے رسول پاک آپ کے ہوتے ہوئے ساری مصیبتیں ہیچ ہیں۔ یہ ایک واقعہ ہے جو بطور مثال کے میں نے پیش کیا ہے۔ عورتوں کی تاریخ بہت روشن ہے اور اسلام کا ہر دور ایسے بہت سے کارناموں سے معمور ہے۔ تاریخ اسلامی کے اس دور میں بھی جبکہ مردوں کی ایمانی قوت کمزور ہو گئی تھی ایسی عورتیں مل جائیں گی جن پر مسلمان فخر کر سکتے ہیں۔

اسلام نے اپنے روشن زمانے میں جس قدر جنگیں لڑیں ان میں مردوں نے اگر تیر و خنجر چلائے اور زخم کھائے، تو عورتوں نے پائنچے چڑھا کر زخمیوں کو پانی پلایا، ان کی مرہم پٹی کی، ان کی ڈھارس بندھائی، اپنے مال سے اور اپنے زیورات سے دین حق کی امداد کی۔ چھوٹی چھوٹی بچیوں نے جبکہ

آپ کے نام لینے والے کم تھے، آپ کی تعریف کے گیت گائے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں۔ ارشاد ہوا "میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں"۔ مردوں میں سے کس گروہ کو یہ شرف حاصل ہو سکا۔

یہ اس دور کا حال تھا جب عورتیں جانتی تھیں کہ مرد و عورت دونوں دین حنیف کے یکساں حامل اور یکساں مخاطب ہیں۔ اس وقت تک ہر وہ چیز جو راہ حق میں عائق بنی خواہ وہ کتنی ہی عزیز و محبوب کیوں نہ ہو اس کو انھوں نے ٹھکرا دیا۔ محبوب سے محبوب شوہر جس کا رشتہ دین حق سے استوار نہ ہوتا ان کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتا۔ غریب سے غریب اور مفلس سے مفلس شوہر کو محض حق پرستی کی بنا پر انہوں نے محبوب بنایا۔ عورتوں نے اس چیز میں کبھی پست ہمتی نہیں دکھائی۔ شوہر نے اگر دین حق سے اعراض کیا تو مسلمان عورت نے اس سے اپنا دامن چھڑا لیا۔ بیٹوں تک کے رشتے انھوں نے دین کی خاطر توڑ ڈالے۔

اسلام کا اثر ان کے قلوب پر اس حد تک تھا کہ ان کی ساری نفرت و محبت اللہ و فی اللہ تھی۔ ماؤں کے لئے ان کے بیٹوں کا دولت مند ہونا قابل ذکر چیز نہ تھی، اگر وہ خدا کی فرماں برداری کے جذبے سے سرشار نہ ہوں۔ کسی شوہر کا بڑے سے بڑا ایثار ان کی نظروں میں کوئی وقعت نہ رکھتا تھا، اگر وہ مومن نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اس روشن دور کی روداد ہے جبکہ عورتوں کو یہ احساس تھا کہ وہ بھی دین حق کے قائم کرنے کی ذمہ دار ہیں۔

اب دیکھئے کیسی کایا پلٹ گئی ہے۔ آج سمجھ لیا گیا ہے کہ جس طرح نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے اسی طرح دین کے لئے جدوجہد کرنا بھی مرد ہی کا فریضہ ہے۔ ان کی پہلی غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو شریعت الٰہی کا مخاطب نہیں سمجھتیں، حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت مردوں اور عورتوں کو یکساں دی ہے۔ اس غلط تصور نے ہماری اسلامی زندگی تہس نہس کر ڈالی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ عورتیں درحقیقت سوسائٹی کے تمام معائب و خرافات اپنے اندر اور اپنے بال بچوں اور شوہروں کے اندر پھیلانے کا ذریعہ بن گئی ہیں۔ اور اگر انہیں ناگوار نہ ہو تو ذرا صاف الفاظ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ طاغوتی دور

میں عورتوں نے شیطان کی ایجنسی لے رکھی ہے تمام وہ وبائیں جو سوسائٹی میں پھیلتی ہیں انہیں بُری طرح متاثر کرتی ہیں اور ان سے ان کی نسلوں اور ان کی اولادوں میں پھیلتی ہیں۔ دیہاتوں میں حالات کچھ مختلف ہیں مگر شہروں کے حالات بالعموم یہی ہیں۔

عورت کے بگڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام نسل کی ذہنی و اخلاقی حالت مسموم ہو جاتی ہے۔ کوئی ماں اپنے بچّہ کے مُنہ میں صرف دودھ ہی نہیں ڈالتی بلکہ اس کے ساتھ اپنے اخلاق کی روح بھی اُس کی رگ رگ کے اندر اتارتی ہے، اگر اس کے اندر روحِ دین کمزور ہے، اخلاق انسانی اور حسِ ایمانی مُردہ ہے، تو اس سے زیادہ زہریلے جراثیم بچّے میں سرایت کر جائیں گے جتنے ایک مدقوق ماں کا دودھ پینے سے ایک بچّہ کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔

صحیح اسلامی تربیت کا اصلی سرچشمہ اور بہترین ذریعہ ہماری مائیں ہیں۔ جب تک ہماری مائیں حضرت اسماء رضؓ کے نمونہ کی تقلید نہ کریں گی کس طرح عبد اللہ بن زبیر جیسے جانباز پیدا ہو سکیں گے؟ جب تک وہ راہ حق میں سولی پر چڑھ جانے والے بیٹے کو دیکھ کر یہ نہ کہیں کہ اچھا ابھی مرکب سے یہ سوار اُترا نہیں! اس وقت تک دار و رسن کا کھیل کھیلنے والے فرزند کن کی کوکھوں سے جنم لیں گے؟ انہیں محترم خاتون سے، جب کہ یہ اپنی بینائی کھو چکی تھیں، بیٹے نے آکر آزمائش کے طور پر پوچھا "ماں میں اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دوں یا معافی مانگ لوں" انہوں نے اپنے کمزور ہاتھوں سے آپ کو پکڑا اور بدن کو چھو کر پوچھا کہ "یہ کیا پہن رکھا ہے"؟ انہوں نے عرض کیا "زرہ" فرمایا "راہ حق کے مجاہدوں کو اس قسم کے پردوں کی ضرورت نہیں، اسے اتار دو اور راہ حق میں سینہ سپر ہو کر لڑو کہ کل کو تمہارے دشمنوں کو تم پر ہنسنے کا کوئی موقع نہ ملے۔"

ہم صرف ایک ہاتھ سے دین حق کی عمارت قائم نہیں کر سکتے۔ اس میں دوسرے ہاتھ یعنی عورت کا تعاون ضروری ہے۔ ہماری نسلوں کی پہلی تربیت گاہ ماں کی آغوش ہے۔ ماں کی چھاتی کے ایک ایک قطرۂ شیر کے ساتھ بچّہ جذبات و حسیات اور اخلاق بھی اپنے اندر جذب کرتا ہے، اور اس کی ایک ایک ادا سے عمل کے طریقے سیکھتا ہے۔ ماں اگر مومنہ مسلمہ ہے تو بچے بھی مومن و مسلم۔ ماں اگر روحِ ایمان د

اسلام سے خالی ہے تو بچے بھی اسی طرح ایمان و اسلام سے محروم ہوں گے ۔ ہم اپنی نسلوں کی تمام اثرات سے حفاظت کر بھی لیں تو یہ بالکل ناممکن ہے کہ ماؤں کے نیک و بد اثرات سے ان کو بچا سکیں ۔

مردوں کی خرابی کے اثرات بھی مہلک ہیں، مگر ان کی خرابی سے ممکن ہے کہ بچنے کی شکلیں پیدا ہو جائیں ۔ لیکن عورتوں کے بگاڑ کے خراب نتائج سے بچنا ناممکن ہے ۔ ان کی پیدا کی ہوئی خرابی جڑ کی خرابی ہے، شاخوں اور تنوں کی خرابی نہیں ہے ۔ اس کا علاج ناممکن ہے ۔ اسی وجہ سے ان پر ذمہ داری بہت سخت ہے ۔ یہ جو بیماریاں بچوں کو پلا دیں گی کوئی ماہر سے ماہر طبیب بھی ان کا علاج نہیں کر سکتا ۔ جو درخت اپنی نشو و نما کے ابتدائی دور ہی میں آفت رسیدہ ہو جائے، پھر اس کا تناور درخت ہونا مشکل ہی ہوتا ہے ۔ پس عورتوں کا فرض ہے کہ آج ہم دین کو تازہ کرنے کا جو عزم لے کر اٹھے ہیں اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں ۔ ہم ان کی شرکتِ عملی کے سخت محتاج ہیں ۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم عورتوں کو اب تک براہ راست مخاطب کرنے کے وسائل پیدا نہ کر سکے ۔ میں ماؤں اور بہنوں سے خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی غفلت کو دور کریں، اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں، یہ چیز ان کے فرائض میں سے ہے کہ وہ سمجھیں کہ اللہ کا دین کیا ہے، خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے ۔ ہر ماں، ہر لڑکی اور ہر بہن کا یہ فریضہ ہے ۔ پھر ان کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے بطن سے جو بچے پیدا ہوں ان کے اندر صرف دودھ ہی نہ اتاریں بلکہ اپنے عمل سے، اپنے اخلاق سے اور روز کی زندگی سے ان میں ان تمام اساسات دین کو راسخ کر دیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا لب لباب ہیں ۔ انہیں اپنی جد و جہد کے نتائج کی طرف سے مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔ ان کا مرتبہ بہت اونچا ہے ۔ ان کی باتیں بے اثر نہیں رہ سکتی ہیں ۔ اپنے بچوں کو تو وہ باقاعدہ حکم دے سکتی ہیں اور ہر سعید بیٹے کا فرض ہے کہ وہ اپنی ماں کے حکم کی تعمیل کرے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کس کی خدمت کروں ؟ آپ نے فرمایا ماں کی ۔ پھر یہی سوال کیا، فرمایا ماں کی ۔ پھر یہی پوچھا جواب دیا ماں کی ۔ چوتھی دفعہ پوچھنے پر فرمایا باپ کی ۔ لیکن شوہر کے ساتھ بیوی کا تعلق تعاون کا تعلق ہے اور یہ تعاون دین و دنیا دونوں میں ہے ۔ جس طرح گھریلو زندگی میں ایک بیوی کا فرض ہے

کہ وہ شوہر کی وفادار، امانت دار اور خیر خواہ رہے ۔ اسی طرح دینی معاملات میں بھی اس کا فرض ہے کہ وہ شوہر کو نیکی اور بھلائی کے مشورے دے اور اس کی گمراہیوں پر اس سے زیادہ بے چین ہو جتنا دنیوی معاملات میں اس کی غلطیوں پر ہوتی ہے، اور اس کام میں اسے جو دکھ بھی اٹھانے پڑیں انہیں صبر کے ساتھ برداشت کرے لیکن کبھی ٹھنڈے دل سے شوہر کی گمراہیوں کو گوارا نہ کرے ۔ اگر کوئی شوہر نیک ارادہ کرے تو ہرگز ہرگز کوئی عورت محض رسم و رواج کی پابندی کی وجہ سے اس کے ارادۂ حق میں کاوٹ نہ ڈالے ۔ وہ یہ ضرور معلوم کرے کہ دین حق کی تعلیم کیا ہے، اور جب معلوم ہو جائے کہ شوہر صحیح راستہ پر گامزن ہے تو اس سے تعاون کرے، اس کی ڈھارس بندھائے، اس کی حوصلہ افزائی کرے، عُسر و یُسر ہر حال میں اس کی رفاقت و غمگساری کا یقین دلائے حقیقت یہ ہے کہ بغیر اس کی رفاقت کے مرد کے لئے راہ حق کا سفر بہت دشوار ہے ۔ یہی ایک وجہ ہے جس میں میاں بیوی کی رفاقت سب سے زیادہ مطلوب اور اللہ کو پسند ہے ۔ جو عورت دین حق کی اقامت کی راہ میں مرد کا دست و بازو بنتی ہے، اس مقصد کی خاطر مصیبتیں جھیلتی ہے، اور قلق کرتی ہے، وہی عورت امہات المومنین رضؓ اور صحابیات رضؓ کے مبارک نمونے پر ہے ۔ اور جو عورت اس راہ میں پتھر بنتی ہے تو وہ عورت وہ ہے جس نے شیطان کی ایجنسی لے رکھی ہے ۔

ہماری اصلی دولت عورتوں ہی کے پاس ہے ۔ نسلیں انہیں کی تحویل میں ہیں ۔ ان کا بٹھایا ہوا نقش قبر تک کھرچنے کے باوجود نہیں چھٹتا خواہ وہ نقشِ باطل بٹھائیں یا نقش حق ۔ وہ چاہیں تو ان کے فیض تربیت سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو ہماری تاریخ کو از سر نو روشن کر دیں اور چاہیں تو اسی طرح کے لوگوں کو جنم دیں جیسے کہ آجکل کے مسلمان ہیں ۔ خیال تو کیجئے کبھی گنتی کے چند نفوس تھے لیکن زمین ان کے وجود سے تھرا اٹھی تھی ۔ لیکن آج مردم شماری کے اعتبار سے مسلمانوں کی تعداد کس قدر زیادہ ہے ۔ مگر صفحۂ گیتی کو خبر تک نہیں کہ کوئی اس کی پشت پر ہے ۔ ہمیں خود بتانے کی ضرورت پڑتی ہے کہ ہم موجود ہیں ۔ اگر عورتیں حضرت اسماءؓ کے نمونہ پر چلیں گی تب ہی ان فرزندان اسلام کو پیدا کر سکینگی جن کی موجودگی زمین کو محسوس ہوگی اور وہ پکار کر کہے گی کہ اس کے سینہ پر کوئی اللہ کے راستے

کا سوار ہے ۔ اگر انہوں نے یہ روش اختیار نہ کی تو دنیا یونہی پیدا ہوتی اور مرتی رہے گی مگر وہ لوگ پیدا نہ ہوں گے جن سے اسلام کا بول بالا ہو۔

میں پھر اپنی ماؤں اور بہنوں سے درخواست کرونگا کہ وہ اپنی روشن تاریخ کو یاد کریں اور اس راہ پر چلنے کی کوشش کریں ۔ ہم نے اپنے خدا سے جو مبارک عہد کیا ہے کہ ہم دین حق کو اپنے اوپر اور دوسروں پر قائم کریں گے اس میں وہ ہماری مدد کریں ۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مردوں کو توفیق عمل دے اور عورتوں کو اس راہ میں ان کا رفیق سفر بنا دے ۔ آمین ٥

پھر امیر جماعت کی حسب ذیل تقریر، جو انہوں نے ٹونک کے اجتماع پر خواتین کے روبرو فرمائی تھی پڑھ کر سنائی گئی ۔

بہنو مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ یہاں خواتین میں بھی اسلامی تحریک مقبول ہو رہی ہے اور آپ نے اس دعوت کو پھیلانے کے لئے اپنا ایک حلقہ منظم کر لیا ہے ۔ ہمارے اس کام میں عورتوں کی شرکت اور تعاون کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی مردوں کی شرکت اور تعاون کی ہے ۔ انسانی زندگی میں آپ برابر کی حصہ دار ہیں اور زندگی کے جو پہلو آپ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اِن پہلوؤں سے کسی طرح بھی اہمیت میں کم نہیں ہیں جو مردوں سے تعلق رکھتے ہیں جس طرح گاڑی کے دو پہیوں میں سے کوئی بھی اس وقت تک ٹھیک نہیں چل سکتا جب تک دوسرا پہیہ اس کا ساتھ نہ دے ، اسی طرح انسان کی اجتماعی زندگی کا نظام بھی کبھی ٹھیک نہیں چل سکتا جب تک کہ اس کے چلانے میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی برابر کا حصہ نہ لیں ۔ خدا نے اس گاڑی کو بنایا ہی اس طرح ہے کہ یہ دو پہیوں پر حرکت کرتی ہے اور اگر ایک پہیہ جم جائے یا الٹی حرکت کرنے لگے تو تنہا دوسرا پہیہ اس کو لے کر زیادہ دور تک اور زیادہ دیر تک نہیں گھسیٹ سکتا ۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی بنا پر ہر اجتماعی تحریک عورتوں کی شرکت اور تعاون کو اہمیت دینے پر مجبور ہے ۔ مگر خصوصیت کے ساتھ اسلامی تحریک تو اس کو بہت ہی زیادہ اہمیت دیتی ہے

اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ اسلام ٹھیک خدا کی بنائی ہوئی ساخت کے مطابق انسانی زندگی کا نظام درست کرنا چاہتا ہے جس کے لئے عورتوں کا درست ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا مردوں کا درست ہونا۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام جس خدا کی بندگی کی طرف بلاتا ہے وہ عورتوں کا بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا مردوں کا ہے۔ جس دین کو حق کہتا ہے وہ عورتوں کے لئے بھی ویسا ہی حق ہے جیسا مردوں کے لئے ہے، جس نجات کو مقصود قرار دیتا ہے اس کی ضرورت عورتوں کو بھی ویسی ہی ہے جیسی مردوں کو ہے، جس دوزخ سے بچانا چاہتا ہے وہ عورتوں کے لئے بھی اتنی ہی خوفناک ہے جتنی مردوں کے لئے ہے، اور جس جنّت کی اُمید دلاتا ہے وہ عورتوں کو بھی اپنی ہی کوشش سے مل سکتی ہے جس طرح مردوں کو اپنی کوشش سے۔ اگر کسی مرد کی نجات کے لئے یہ بات کافی نہیں ہو سکتی کہ اس کی بیوی یا ماں یا بہن ایمان لائی تھی اور خدا کی خوشنودی کے لئے کوشش کرتی رہی تھی، تو ظاہر ہے کہ کوئی عورت بھی محض اس بنا پر نجات نہیں پا سکتی کہ اس کا شوہر یا باپ یا بھائی ایمان لایا تھا اور اس نے اپنے خدا کو خوش کرنے کے لئے جان کھپائی تھی۔ خدا کے ہاں کوئی شخص کچھ بھی نہیں پا سکتا جب تک اس نے خود کچھ پانے کی کوشش نہ کی ہو۔ اس لئے اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کو یکساں اپنی اپنی نجات کی فکر ہو، ہر ایک دل و جان سے وہ خدمات بجا لائے جو اسے خدا کی سزا سے بچا ئیں اور اس کے انعام کا مستحق بنائیں۔ کوئی مرد یا عورت اس طرح اپنے آپ کو دوسروں کے ساتھ نہ باندھ لے کہ اسی کے ساتھ بندھے بندھے دوزخ میں جا پہنچے، اور نہ کوئی مرد یا عورت ایسی اندھوں کی سی زندگی بسر کرے کہ اس کے اپنے گھر میں دین و ایمان کی روشنی موجود ہو مگر وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

تحریک اسلامی کی جو تاریخ ہمارے سامنے ہے وہ ہمیں بتاتی ہے کہ ابتدا سے عورتوں نے اس تحریک میں مردوں کے ساتھ برابر کا حصّہ لیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی سعادت سب سے پہلے جس کو نصیب ہوئی وہ ایک خاتون ہی تھیں۔ یعنی ہماری، آپ کی اور سب مسلمانوں کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ وہی تھیں جنھوں نے بارِ نبوت کو اٹھاتے وقت حضورؐ کے کانپتے

ہوئے دل کو تسکین دی، وہی تھیں جو دس سال تک ہر قسم کی سختیوں میں حضور کی بہترین رفیق بنی رہیں، اور انہی کا سرمایہ تھا جس سے مکی دور میں اسلام کا مشن چلتا رہا۔ نبوت کے پہلے تین سالوں میں جو ۵۵ اشخاص ایمان لائے تھے ان میں ۹ عورتیں شامل تھیں۔ سات آٹھ برس تک مکہ میں انتہائی ظلم و ستم سہنے کے بعد جو ۸۳ اشخاص اپنا گھر بار چھوڑ کر حبش کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے ان میں ۱۸ عورتیں تھیں جنھوں نے دین و ایمان کی خاطر جلا وطنی کی مصیبتوں میں اپنے شوہروں اور بھائیوں کا ساتھ دیا۔ مکہ میں جن لوگوں نے کفار کے ہاتھوں سب سے بڑھ کر ظلم سہے ان میں اگر بلال اور عمار جیسے مرد تھے تو ام عُبَیْس، ام عمار اور زنیرہ جیسی عورتیں بھی تھیں۔ اسی طرح مدینے میں جہاں انصار کے مردوں نے اسلام کی خاطر قربانیاں کیں، عورتوں نے بھی ان میں کچھ کم حصّہ نہیں لیا۔ کیا آپ نے اس نیک بخت خاتون کا قصّہ نہیں سنا جسے جنگ احد کے موقع پر شوہر، باپ اور بھائی کی شہادت کی خبر پہونچی تو اُس نے پوچھا مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ تو خیریت سے ہیں؟ اور جب اس نے آپؐ کو بخیریت دیکھ لیا تو کہنے لگی "آپ زندہ ہیں تو ہر مصیبت ہلکی ہے" اسی جنگ احد میں ایک خاتون ام عمارہ پانی پلانے کی خدمت کر رہی تھیں، جب انھوں نے دیکھا کہ حضور زخمی ہو گئے اور کفار نے آپ پر نرغہ کر لیا تو تلوار سونت کر سامنے آ کھڑی ہوئیں اور آپ کو بچانے کے لئے لڑتی رہیں یہاں تک کہ شانے پر گہرا زخم کھایا۔ یہ اور ایسے ہی بکثرت واقعات بتاتے ہیں کہ اسلام کی راہ میں جو کچھ مردوں نے کیا ہے اس سے کچھ کم عورتوں نے نہیں کیا ہے۔ انھوں نے اس دین کی خاطر ظلم بھی سہے خطرات بھی مول لئے، جان و مال کی قربانیاں بھی کیں، اعزا و اقربا کو بھی چھوڑا، جلا وطنی اور فقر و فاقہ کی تکلیفیں بھی اُٹھائیں، اور اپنے ایماندار باپوں، شوہروں اور بھائیوں کے ساتھ وفاداری کا حق بھی پوری طرح ادا کیا۔ یہ آپ کی پیش رو خواتین کے کارنامے ہیں جن کی بدولت ابتدا میں اسلام دنیا پر چھایا تھا، اور آج اگر اس دین کو پھر دنیا پر چھانا ہے تو یہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ آپ اُنہی جاں نثار خواتین اسلام کے نقش قدم پر چلیں اور انہی کی طرح اخلاص ایمانی کا ثبوت دیں۔

اس وقت عورتوں کے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں کو اور اپنے خاندان اور اپنے

ہمسایوں اور اپنے ملنے جلنے والوں کے گھروں کو شرک و جاہلیت اور فسق سے پاک کرنے کی کوشش کریں، گھروں کی معاشرت کو اسلامی بنائیں، پرانی اور نئی جاہلیتوں کے اثرات سے خود بچیں اور دوسرے گھروں کو بچائیں، ان پڑھ اور نیم خواندہ عورتوں میں علم دین کی روشنی پھیلائیں، تعلیم یافتہ خواتین کے خیالات کی اصلاح کریں، خوشحال گھروں میں خدا سے غفلت اور اصول اسلام سے انحراف کی جو بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں ان کو روکیں، اپنی اولاد کو اسلام پر اٹھائیں، اپنے گھروں کے مردوں کو، اگر وہ فسق اور بے دینی میں مبتلا ہوں، راہ راست پر لانے کی کوشش کریں، اور اگر وہ اسلام کی راہ میں کوئی خدمت کر رہے ہوں تو اپنی رفاقت اور معاونت سے ان کا ہاتھ بٹائیں۔ آگے چل کر اس دین کے لئے آپ کو اور دوسری خدمات بھی انجام دینی ہوں گی اور ان کے لئے آپ کو تیار کرنے کا انتظام بھی انشاء اللہ اپنے وقت پر ہو جائیگا، لیکن سردست آپ کے لئے اس تحریک میں یہی کام ہے اور یہ آپ ہی کے کرنے کا ہے۔

عورت کو سب سے بڑی مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب وہ خود راہِ حق کو پا کر اس پر چلنے کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے مگر اس کے گھر کے مرد اس کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں۔ یہ فی الواقع ایک بڑی مشکل صورت حال ہے جو بہت کچھ پریشانی کی موجب ثابت ہوتی ہے، لیکن اس معاملہ میں بھی آپ کے لئے انہی خواتین اسلام کا نمونہ قابل تقلید ہے جنھوں نے ابتداء میں اس راہ حق کو اختیار کیا تھا۔ آپ کی پوزیشن خواہ کتنی ہی بے بسی و کمزوری کی ہو مگر بہر حال اس حد کو نہیں پہنچتی جس حد تک زمانۂ جاہلیت کے عرب میں عورتوں کی پوزیشن گری ہوئی تھی۔ اسی طرح آپ میں سے جن کو بھی ایسے مرد عزیزوں سے سابقہ درپیش ہو جو اسلام سے برگشتہ یا دعوتِ اسلامی کے مخالف ہوں، ان کا سابقہ بہر حال بگڑے ہوئے مسلمانوں سے ہے، مگر جن خواتین کا میں ذکر کر رہا ہوں ان کا سابقہ تو کفار اور بدترین دشمنان اسلام سے تھا۔ اس فرق کے باوجود جو کچھ انھوں نے اپنے دین کے لئے کیا، اور جس جرأت اور ہمت اور استقلال کے ساتھ اپنے خاندان کی انتہائی مخالفت اور دشمنی کے مقابلہ میں حق پرستی کا کمال دکھایا وہ ہمیشہ تمام دنیا کی عورتوں کے لئے

ایک بہترین نمونہ رہے گا۔ مثال کے طور پر میں آپ کے سامنے چند خواتین کے حالات بیان کرونگا۔
سب سے پہلے تو حضرت خدیجہ ہی کو لیجئے۔ ان کے خاندان کے زیادہ تر لوگ اسلام کے سخت دشمن تھے خصوصیت کے ساتھ ان کا حقیقی بھائی نوفل، ان کا چچا زاد بھائی اسود بن مطلب، اور اسود کا بیٹا زمعہ، یہ لوگ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ابوجہل کے دست راست تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ حضور کی رفاقت اور پشت پناہی کرتی رہیں، اور خود اپنے میکے والوں کی دشمنی کی انہوں نے ذرہ برابر پروا نہیں کی۔

حضرت ام سلمہ کو دیکھئے۔ ان کے ایک چچا کا بیٹا ابوجہل تھا۔ دوسرا چچا ولید بن مغیرہ اور اس کے بیٹے خالد بھی اسلام کے سخت دشمن تھے۔ ان کا اپنا حقیقی بھائی عبداللہ بن اُمیہ ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں سرگرم تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ بہادر خاتون اسلام لائیں اور جب خاندان والوں نے بہت زیادہ تنگ کیا تو گھر بار اور خاندان کو چھوڑ کر حبش کی طرف ہجرت کر گئیں۔

حضرت فاطمہ بن خطاب کی مثال لیجئے۔ ان کا باپ خطاب اور ان کا ماموں ابوجہل، دونوں اسلام کی دشمنی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ ان کے سگے بھائی حضرت عمر بھی زمانۂ کفر میں اسلام کی دشمنی اور مسلمانوں پر ظلم کرنے میں کسی سے کم نہ تھے۔ باپ، بھائی اور ماموں کے اس رویہ سے وہ واقف تھیں۔ پھر بھی وہ اپنے شوہر کے ساتھ اسلام قبول کرنے سے نہ جھجکیں۔ حضرت عمر کو جب معلوم ہوا کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ ٹوہ لگانے آئے۔ ابھی دروازے ہی پر تھے کہ اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ گھر میں گھس کر بہن اور بہنوئی دونوں کو خوب مارا یہاں تک کہ لہولہان ہو گئیں۔ مگر اس اللہ کی بندی نے بھائی سے صاف کہہ دیا کہ چاہے تم مار ڈالو، یہ حق جو میں پا چکی ہوں اسے چھوڑ نہیں سکتی۔ اس پر بھائی کا دل کچھ پسیجا اور اس نے کہا کہ لاؤ ذرا میں بھی تو سنوں کہ وہ چیز کیا تھی جو تم دونوں پڑھ رہے تھے۔ بہن نے قرآن کے اوراق نکال کر سامنے رکھ دئے، جن میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ بھائی نے پڑھنا شروع کیا اور جوں جوں پڑھتا گیا حق کی تاثیر دل میں اُترتی چلی گئی، یہاں تک کہ جب سورہ ختم ہوئی تو وہی دل جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تک کفر اور

بغض اسلام سے بھرا ہوا تھا ایمان سے لبریز ہو گیا۔ اس طرح ایک عورت ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ عمر فاروق جیسے عظیم الشان انسان کو اسلام کے دائرے میں لائی جس کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

سب سے زیادہ سبق آموز مثال حضرت ام حبیبہ کی ہے جو بنی امیہ کے اس خاندان سے تھیں جس کا بچہ بچہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں سانپ اور بچھو بنا ہوا تھا۔ ان کا باپ ابوسفیان، وہ شخص تھا جو مسلسل ۲۱ سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرپیکار رہا۔ ان کی ماں ہند بنت عتبہ وہ عورت تھی جو جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبا گئی تھی۔ ان کی پھوپھی ام جمیل، ابولہب کی جورو وہی عورت تھی جسے قرآن میں حمالۃ الحطب کا خطاب دیا گیا ہے۔ ان کا نانا عتبہ بن ربیعہ قریش کے ان سرداروں میں سے تھا جو اسلام کی دشمنی میں سب سے پیش پیش تھے۔ اندازہ کیجئے کہ ایسے خاندان کی لڑکی کا اسلام قبول کرنا کس قدر مشکل تھا۔ مگر آپ کو تعجب ہوگا کہ مکہ کے ابتدائی پانچ سالوں میں جو لوگ ایمان لائے تھے ان میں ایک ام حبیبہ بھی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کے شوہر نے بھی اسلام قبول کیا اور دونوں خوب ستائے گئے۔ دو تین سال بعد مجبور ہو کر انہیں اپنے شوہر کے ساتھ حبش کی طرف نکل جانا پڑا۔ وہاں جا کر شوہر عیسائی ہو گیا اور اس شیر دل خاتون نے جہاں ایمان کی خاطر ماں باپ اور بھائی بہنوں کو چھوڑا تھا، اس مرتد شوہر کو بھی چھوڑ دیا۔ اب اس غریب الوطنی کی زندگی میں وہ تنہا ایک بچی کے ساتھ رہ گئیں مگر ان کے عزم اور ایمان کی مضبوطی میں ذرا فرق نہیں آیا۔ انہی بلند ایمانی اوصاف کا انعام تھا جو خدا نے ان کو اس شکل میں دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے لئے پسند فرمایا اور حبش ہی میں ان کا غائبانہ نکاح حضور کے ساتھ پڑھایا گیا۔ جنگ خیبر کے زمانے میں یہ حبش سے واپس ہو کر مدینہ پہنچیں۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد ان کا باپ ابوسفیان صلح کی بات چیت کے لئے مدینہ آیا اور اس نے چاہا کہ بیٹی سے مل کر صلح کے معاملہ میں اس سے بھی مدد لے۔ بارہ تیرہ سال کی جدائی کے بعد پہلا موقع تھا کہ بیٹی اور باپ مل رہے تھے۔ مگر آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ کافر باپ جب مسلمان بیٹی کے ہاں گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرش پر بیٹھنے لگا تو بیٹی

نے دوڑکر فرش کھینچ لیا اور باپ سے کہا کہ میں رسول اللہ کے فرش پر ایک دشمن اسلام کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی !

یہ ہیں سچی اور مسلمان عورتوں کے اوصاف ، اور اگر آپ کو اپنی نجات درکار ہے تو یہی اوصاف آپ کو بھی اپنے اندر پیدا کرنے ہوں گے ۔ خوب سمجھ لیجئے کہ والدین ہوں ، یا بھائی بہن ، یا شوہر ، یا اولاد ، کسی کا حق بھی آپ کے اوپر خدا اور رسُول سے بڑھ کر یا ان کے برابر نہیں ہے ۔ کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس کو خوش کرنے اور راضی رکھنے کے لئے آپ خُدا اور رسول کی نافرمانی کریں کوئی آپ کو خدا اور اس کے رسول اور اس کے دین سے بڑھ کر یا برابر عزیز نہ ہونا چاہیئے اور کسی کا خوف بھی آپ کے دل میں اس حد تک نہ ہونا چاہیئے کہ آپ اس سے ڈر کر خدا سے نڈر ہو جائیں ۔ یہ کیفیت اگر آپ کے اندر پیدا ہو جائے تو دین کا راستہ آپ کے لئے آسان ہو جائیگا اور کوئی طاقت آپ کو راہ حق سے نہ روک سکے گی نہ ہٹا سکے گی ۔

اس کے بعد امیر جماعت نے لاؤڈ اسپیکر پر خواتین کو پس پردہ خطاب کر کے حسب ذیل تقریر کی ۔

تعریف اُس خدا کے لئے ہے جو ساری کائنات کا اور اس کے رہنے والوں کا خالق ، مالک ، رازق ، مربی ، آقا اور نگہبان ہے ، جس نے انسان کو عقل عطا کی ، صحیح اور غلط کی سمجھ دی ، بھلے اور بُرے کی تمیز بخشی ، سوچنے ، سمجھنے اور زندگی کے راستے کو پہچاننے کی قابلیت عطا کی اور انسان کی رہنمائی کے لئے اپنی کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے اور درود و سلام ہو اللہ کے اُن نیک بندوں پر جنھوں نے انسان کو زندگی بسر کرنے کا سیدھا راستہ دکھایا ، اسے پاکیزہ اخلاق کی تعلیم دی ، اور دُنیا میں انسان بن کر رہنے کا طریقہ سکھایا ۔

ماؤ ! بہنو ! بیٹیو ! آج اس دنیا میں کروڑوں انسان ایسے پائے جاتے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ، مگر جس دنیا کو ہم دنیائے اسلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں ، اس کا حال بالکل چڑیا گھر کا سا ہے ۔ جس طرح چڑیا گھر میں رقم رقم کا جانور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والا

موجود ہوتا ہے، اور مختلف قسم کے جانوروں میں کوئی چیز اس کے سوا مشترک نہیں ہوتی کہ سب ایک چڑیا گھر میں رہتے ہیں، تقریباً ایسا ہی حال مسلمانوں کی دنیا کا بھی ہے کہ اس میں طرح طرح کے آدمی جمع ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جنھیں خدا کے وجود میں شک ہے، ایسے بھی ہیں جن کو وحی و رسالت میں شبہ ہے۔ ایسے بھی ہیں جو آخرت کے منکر ہیں اور یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد خدا کی عدالت میں کبھی اس زندگی کا حساب بھی پیش کرنا ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو بھلائی اور برائی کی اُس تمیز سے انکار کرتے ہیں جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جانوروں کی طرح غافل زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کی نگاہ میں اسلام کا سکھایا ہوا طریق زندگی صحیح نہیں ہے اور جنھوں نے دنیا کے دوسرے طریقوں میں سے اپنی خواہشات کے مطابق کوئی طریقہ پسند کر رکھا ہے ـــــ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود یہ سب لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان کہلائے جانے پر مُصر ہیں اور وہ تمام حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کی سوسائٹی میں ایک مسلمان ہی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس مجموعے میں بہت کم لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو فی الواقع اُس معنی میں مسلمان ہوں جس معنی میں اسلام کسی شخص کو مسلمان کہتا ہے۔

آخر یہ صورت حالات کیوں ہے؟ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہماری مسلمان دنیا زیادہ تر نسلی مسلمانوں پر مشتمل ہے جو صرف اس وجہ سے مسلمان ہیں کہ ان کے باپ دادا مسلمان تھے اور اتفاق سے یہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گئے۔ آپ اگر سنجیدگی سے غور کریں گے تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائیگی کہ انسان کو پیدائش سے نسب مل سکتا ہے، نسلیت مل سکتی ہے، وطنیت مل سکتی ہے، لیکن کسی شخص کو محض پیدائش سے اسلام نہیں مل سکتا۔ آدمی پیدائشی طور پر جاٹ ہو سکتا ہے، راجپوت ہو سکتا ہے، انگریز اور جرمن ہو سکتا ہے، لیکن ماں کے پیٹ اور باپ کے نطفے سے آدمی کو دین نہیں مل سکتا۔ دین تو صرف اس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ آدمی جان بوجھ کر اسے پسند کرے اور اپنے ارادے سے اس کو اختیار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ نسلی مسلمان ہیں اور محض باپ دادا کے گھر سے انھیں اسلام سے نسبت حاصل ہو گئی ہے، اُن کے

پاس مسلمانوں کے سے نام تو ہیں، لیکن وہ صفت ان میں مفقود ہے جس کا نام اسلام ہے۔ ان کے سامنے وہ طریق زندگی ہے ہی نہیں جو اسلام نے ان کے لئے تجویز کیا ہے۔ انہوں نے نہ کبھی اسے جاننے کی کوشش کی، نہ اسے اپنے لئے پسند کیا، اور نہ اس پر چلنے کا ارادہ کیا۔ حالانکہ اسلام کی جو حقیقت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں یہ ہے کہ:۔

ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰہ ربًا و بمحمد رسولاً و بالاسلام دینًا

یعنی " ایمان کا مزہ چکھا اس شخص نے جو راضی ہوگیا اس پر کہ اللہ ہی اس کا رب ہو، اسلام ہی اس کا طریق زندگی ہو، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے رہنما ہوں "

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس شخص نے سوچ سمجھ کر اسلام کو برضا و رغبت قبول نہیں کیا وہ اسلام اور ایمان کے مزے تک سے ناآشنا ہے، اس نے دین کا ذائقہ چکھا ہی نہیں۔

مسلمان ہونے کے معنی مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ایک آدمی پورے شعور کے ساتھ یہ فیصلہ کرے کہ دنیا میں خدائی، پروردگاری اور آقائی کے جتنے مدعی پائے جاتے ہیں ان سب میں سے صرف ایک رب العالمین ہی کی بندگی اسے کرنی ہے۔ جن طاقتوں کا یہ دعویٰ ہے کہ آدمی ان کی مرضی کی پیروی کرے، ان کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی شخصیت کو ان کے حوالے کر دے ان سب میں سے صرف ایک اللہ ہی کی ہستی ایسی ہے جس کے آگے سر اطاعت اسے جھکا دینا ہے اور وہی ہے جس کی مرضی اسے ڈھونڈنی ہے۔ پھر مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے مختلف طریقوں کے درمیان آدمی یہ فیصلہ کرے کہ اسے صرف وہی ایک طریق زندگی پسند ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔ دوسرے طریقوں کو ترجیح دینا تو درکنار ان کی طرف کوئی رغبت اور لگاوٹ بھی اس کے دل میں نہ ہو، اس کو دل سے اسلام ہی کا طریقہ مرغوب اور پسندیدہ ہو۔ پھر مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں انسان کی رہنمائی و رہبری کے جتنے مدعی گذرے ہیں اور آج پائے جاتے ہیں ان سب کے درمیان ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہی کو آدمی اپنی رہنمائی کے لئے چن لے اور فیصلہ کرلے کہ اسے بس آپ ہی کے بنائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔

اس طرح جب کوئی شخص اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما تسلیم کرلے تب کہیں وہ مسلمان ہوتا ہے۔ اور جس نے اس طرح اسلام قبول کیا ہو اس کا کام یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو اللہ کی مرضی اور اسلام کے قانون اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تابع کردے۔ پھر اس کے لئے چون وچرا کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ پھر اسے یہ کہنے کا حق نہیں رہتا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں یہ حکم دیا ہے، اور اگرچہ محمد صلعم نے اس میں یہ رہنمائی کی ہے اور اگرچہ قرآن اس بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے، مگر میری رائے اس سے متفق نہیں ہے اور میں چلوں گا اپنی ہی رائے پر، یا دنیا کا چلتا ہوا طریقہ اس کے خلاف ہے اور مجھے پیروی اسی طریقہ کی کرنی ہے جو دنیا میں چل رہا ہے۔ یہ رویہ جس شخص کا ہو اس کے متعلق سمجھ لینا چاہئے کہ وہ حقیقت میں ایمان لایا ہی نہیں ہے حقیقی ایمان لانا تو یہ ہے کہ آدمی اپنی پسند اور ناپسند کو، اپنی خواہشات اور جذبات کو، اپنے خیالات اور نظریات کو پوری طرح اسلام کے ماتحت کردے اور ہر اس غیر اسلامی طریقہ کو رد کردے جو دنیا میں رائج ومقبول ہو یا جس کی طرف نفس کا شیطان رغبت دلائے یہی بات ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں کہ:۔

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ

یعنی "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات نفس اس ہدایت کے تابع نہ ہو جائیں جسے میں لایا ہوں"

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک آدمی کے نفس کا شیطان خدا کے حکم کے آگے ڈگیں ڈال نہ دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے آگے سر تسلیم خم نہ کردے اس وقت تک آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کسی شخص کے نفس کا یہ دعویٰ قائم ہے کہ زندگی میں میری خواہش کی اطاعت ہونی چاہئیے اس وقت تک اس کے دل میں ایمان واسلام نہیں ہے۔ ایمان اسلام

یہ ہے کہ آدمی کا دل کہنے لگے میں بے چون وچرا دین کی اطاعت پر راضی ہوں۔

ذمہ دارانہ زندگی پھر اسلامی زندگی کے معنی یہ ہیں کہ آدمی میں ذمہ داری کا احساس ہو۔ مومن کی زندگی ایک ذمہ دارانہ زندگی ہوتی ہے۔ جس دل میں ایمان موجود ہو وہ کبھی اس احساس سے خالی نہیں ہو سکتا کہ اسے اپنی زندگی کے سارے اعمال کے لئے، خیالات کے لئے، اقوال کے لئے خدا کے سامنے جواب دہی کرنی ہے۔ اس کو مرنے کے بعد حساب دینا ہے کہ دنیا میں اس نے کیا کیا، کیا کہا اور سنا، کن طریقوں سے زندگی بسر کی، کن مشاغل میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کیں، کن ذرائع سے کمایا اور کن راہوں میں اپنے مال کو صرف کیا۔ اور کن مقاصد کے لئے دنیا میں سعی وکوشش کی۔ مومن کبھی اس خیال خام میں مبتلا نہیں ہوتا کہ ہمیں بس مر کر مٹی ہو جانا ہے اور دنیا سے اسی طرح گذر جانا ہے کہ زندگی کے افعال واعمال کا کوئی نتیجہ برآمد ہی نہ ہوگا۔ نہیں، وہ پختہ یقین رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد پھر ایک زندگی ہے جس میں خدا کے سامنے حاضر ہو کر اسے اپنے ایک ایک کام کا، ایک ایک حرکت کا اور ایک ایک ذرے کا حساب دینا ہے۔ اسی چیز کو نبی صلعم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ "خبردار تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا۔"

رعیت سے مراد وہ سب کچھ ہے جو آدمی کے چارج میں دیا گیا ہے، چاہے وہ بال بچے ہوں یا نوکر اور ماتحت ہوں، یا جانور اور اسباب زندگی ہوں۔ جس کسی پر بھی انسان کا حکم چلتا ہو اور جو کوئی اس کے تابع ہو وہی اس کی رعیت ہے، اس معنی کے لحاظ سے دنیا میں کوئی بھی بے رعیت نہیں ہے۔ ہر ایک کسی نہ کسی دائرے میں راعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ عورت گھر کی راعی ہے، شوہر بال بچوں کا راعی ہے، افسر ماتحتوں کا راعی ہے، حکمراں ملک کی پوری آبادی کا راعی ہے۔ بہرحال ہر انسان کسی نہ کسی کا راعی ضرور ہے اور کوئی نہ کوئی اس کے چارج میں ضرور ہے۔ اسی رعیت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کو متنبہ فرماتے ہیں کہ خبردار رہو، تم اپنی رعیت کے ذمہ دار ہو

اور تمہیں اپنے خدا کے سامنے جواب دہی کرنی ہوگی کہ تم نے اپنی رعیت پر اپنے اختیارات کس طرح استعمال کئے۔ یہ عقیدہ مسلمان کی زندگی کو ایک ذمہ دارانہ زندگی بناتا ہے۔ مسلمان کبھی اس طرح کی زندگی بسر نہیں کر سکتا کہ وہ جو چاہے کھائے، جو چاہے پہنے، جن مشاغل میں چاہے اپنی قوتیں اور اپنا وقت صرف کرتا رہے، جدھر خواہشات نفس لے جائیں اُدھر آزادی سے بڑھتا چلا جائے۔ وہ کوئی چھوٹا ہوا جانور نہیں ہوتا کہ جس کھیت میں چاہے گھس جائے، جہاں ہرا چارہ نظر آئے منہ مار دے اور جس راستے کی طرف منہ اُٹھ جائے اسی پر دوڑنے لگے۔ مسلمان کی زندگی کی صحیح مثال وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہے کہ:۔

مثل المومن ومثل الایمان کمثل الفرس فی اٰخیتہٖ یجول ثم یرجع الی اٰخیتہٖ

یعنی مسلمان اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے کھونٹے سے بندھا ہوا گھوڑا ہوتا ہے کہ چاہے وہ کتنی ہی گردشیں اور جولانیاں دکھائے بہرحال اس کے گلے کی رسی اسے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ ایک خاص حد پر پہنچنے کے بعد اپنے کھونٹے کی طرف پلٹ آئے۔ مسلمان جب ایمان و طاعت کے کھونٹے سے بندھ گیا ہے تو رسی کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو، بہرحال وہ ایک خاص دائرے کے اندر ہی اندر گھوم پھر سکتا ہے، اس کی حدود سے باہر نہیں جا سکتا۔ وہ اپنی ساری قوتیں اور کوششیں اسی حد کے اندر صرف کر سکتا ہے جو خدا و رسول نے مقرر کر دی ہیں۔ اس کی ساری دلچسپیاں، ساری تفریحیں، ساری سرگرمیاں، اور تمام کارروائیاں مقررہ حدود کے اندر ہی محدود رہیں گی ان حدود سے باہر جانے کی وہ جرأت نہیں کر سکتا۔

جماعت اسلامی کیا مطالبہ کرتی ہے اسلام کی اس مختصر تشریح کے بعد اب میں عرض کرونگا کہ ہم، یعنی جماعت اسلامی کے خادم اور کارکن کیا چاہتے ہیں۔

ہماری دعوت سب لوگوں کو یہ ہے کہ وہ اسلام کو جس کی حقیقت یہ ہے، اچھی طرح جانچ کر، پرکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ وہ اسے اپنی زندگی کے دین کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں اسلام پیدائش سے حاصل نہیں ہوتا، نسل اور نسب سے

نہیں مل جاتا۔ پس یہ ضروری ہے کہ اس سوال کو آپ کے سامنے رکھا جائے اور آپ سے
صاف صاف پوچھا جائے کہ آیا فی الواقع آپ اسے برضا و رغبت قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ
اس کی عائد کردہ پابندیوں کو اٹھانے پر راضی ہیں یا نہیں؟ آپ کو ایمان کے کھونٹے اور طاعت
کی رسی سے بندھ جانا منظور ہے یا نہیں؟ اگر کسی کو یہ دین اپنے لئے پسند نہ ہو اور اسلام کے
اصول و حدود کے اندر رہنا گوارا نہ ہو تو اسے پورا اختیار ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ لیکن چھوڑنے
کے معنی یہ ہیں کہ وہ صاف صاف اسے رد کرے، اپنا نام بدلے، اپنا تعلق مسلمان سوسائٹی
سے منقطع کر لے، اپنے آپ کو مسلمان کہنا چھوڑ دے اور پھر آزادی کے ساتھ جس راہ پر جانا چاہے
جائے، اپنے نئے مسلک کے مطابق جو نام پسند ہو اسے اختیار کرے اور جو سوسائٹی اسے مرغوب
ہو اس میں شامل ہو جائے یا اپنے ہم خیال لوگوں کو ساتھ لے کر کوئی نئی سوسائٹی بنائے۔ بہرحال
یہ فریب اور یہ مسخرا پن اب ختم ہونا چاہیئے جو آج کل لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ اسلام پسند
بھی نہیں ہے، اس کی پیروی پر راضی بھی نہیں ہیں، خیال اور عمل میں اسے چھوڑ کر دوسرے
طریقے اختیار بھی کر چکے ہیں مگر اصرار ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اور مسلمان کہلائے جانے پر ہی مصر
نہیں ہیں بلکہ اسلام کے علمبردار اور اس کے مفتی بھی بنے پھرتے ہیں۔ یہ کھیل بہت دنوں
کھیلا جا چکا۔ اب ہم اسے چلنے نہیں دیں گے۔ اسی طرح یہ منافقانہ رویہ بھی ختم ہو جانا چاہیئے کہ
اسلام کی جو چیزیں اپنے مفاد اور اغراض کے مطابق نظر آئیں وہ تو قبول کر لی جائیں اور جو چیزیں
خواہش نفس کے مطابق نہ ہوں انھیں رد کر دیا جائے۔ یہ افتؤمنون ببعض الکتاب و
تکفرون ببعض کا مصداق ہے جس کا طعنہ نبی صلعم کی زبان سے یہودیوں کو دیا گیا تھا کہ "کتاب
الہی سے اپنی پسند کی چیزوں کو لے لیتے ہو اور جو پسند نہ ہوں انھیں رد کر دیتے ہو"۔ یہ نفس پرستی
اور خواہش کی بندگی کا جعلی سکہ اب ایمان کے نام سے نہیں چل سکتا۔ کسی شریف آدمی کے
لئے بھی یہ جعل سازی اور فریب کاری باعزت نہیں ہے کہ اپنے مطلب کے لئے تو وہ مسلمان ہو
اور اسلام کے نام پر اپنے حقوق مانگے مگر اسلام کی پیروی کے لئے وہ مسلمان نہ ہو۔ ہم ہر شخص

کے سامنے یہ سوال رکھتے ہیں اور اس کا دو ٹوک جواب چاہتے ہیں کہ تمہیں اسلام اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے پسند ہے یا نہیں۔ پسند نہیں ہے تو براہ کرم صاف انکار کرو اور ملت کے دائرے سے باہر جاؤ۔ اور اگر پسند ہے اور فی الحقیقت تم مسلمان رہنا چاہتے ہو تو سچے دل سے اسے قبول کرو، اسلام کے ایک جز یا چند اجزاء کو نہیں بلکہ پورے اسلام کو لو، سیدھی طرح اطاعت کا رویہ اختیار کرو اور اسلام کو اپنا دین مان لینے کے بعد پھر آزادی کا دعویٰ مت کرو۔ مسلمان ہونے کے بعد کسی کو یہ کہنے کا حق رہتا ہی نہیں کہ ہم اپنی عقل اور اپنی پسند کے مطابق جو طریقے چاہیں گے اختیار کریں گے۔ اسلام اس آزادی کو آپ کا حق نہیں مانتا۔

یہی مطالبہ خواتین سے ہے

یہ بات ہمیں صرف مردوں ہی سے نہیں کہنی ہے، بلکہ عورتوں سے بھی یہی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ ہم عورتوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی شخصیتوں کو مردوں کی شخصیتوں میں گم نہ کر دیں۔ اپنے دین کو مردوں کے حوالے نہ کریں۔ وہ مردوں کا ضمیمہ نہیں ہیں۔ ان کی اپنی ایک مستقل شخصیت ہے۔ عورتوں کو بھی مردوں ہی کی طرح خدا کے روبرو پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال و افعال کا خود حساب دینا ہے۔ قیامت کے روز ہر عورت اپنی ہی قبر سے اٹھے گی۔ اپنے اعمال کا حساب دیتے وقت وہ یہ کہہ کر نہ چھوٹ جائیگی کہ میرا دین میرے مردوں سے پوچھو۔ اپنے طریق زندگی کی وہ خود ذمہ دار ہے اور اسے خدا کے سامنے اس بات کی جوابدہی کرنی ہوگی کہ وہ جس طریقہ پر چلتی رہی کیا سوچ کر چلتی رہی۔ لہٰذا ہم عورتوں کا سوال مردوں کے سامنے نہیں خود عورتوں ہی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ اپنی راہ زندگی کا فیصلہ تم خود کرو اور اس امر کا لحاظ کئے بغیر کرو کہ تمہارے مردوں کا فیصلہ کیا ہے۔ اسلام تمہیں اپنے دین کی حیثیت سے پسند ہے یا نہیں؟ اس کے اصول، اس کے حدود، اس کی عائد کی ہوئی پابندیاں، اس کی ڈالی ہوئی ذمہ داریاں، غرض ساری ہی چیزیں دیکھ کر فیصلہ کرو کہ وہ تمہیں قبول ہیں یا نہیں؟ اگر ان سب چیزوں کے ساتھ اسلام قبول ہے تو سچے دل سے اس کی پیروی کرو، ادھورے نہیں بلکہ پورے اسلام کو اپنا دین بناؤ اور پھر جان بوجھ کر اس سے انحراف نہ کرو۔ اور اگر قبول نہیں ہے تو شرافت

اور سچائی اسی میں ہے کہ صاف صاف اور علانیہ اسے چھوڑ دو اور اس کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو

عورتوں کے لئے آزادی انتخاب یہ بات ایک مدت سے ہم کہہ رہے ہیں۔ آپ کو اگر ہمارے لٹریچر سے کچھ واقفیت ہے تو آپ اس سے مطلع ہوں گی کہ ہم نے ہمیشہ اپنے ارکان اور ہمدردوں سے یہی کہا ہے کہ آپ گھر کی عورتوں، ماؤں، بہنوں، بیویوں، بیٹیوں پر اسلام کی تبلیغ ضرور کریں۔ مگر خدا کے لئے انہیں قوامیت کے زور سے اپنے مسلک کی طرف نہ کھینچیں۔ انہیں سوچنے سمجھنے کی، رائے قائم کرنے کی پوری آزادی دیں۔ تبلیغ کا حق بس اتنا ہی ہے کہ آپ اسلام کے مطالبے کو ان کے سامنے رکھ دیں۔ اس کے بعد عورتوں کو اس امر کا فیصلہ خود کرنے کی آزادی ہونی چاہیئے کہ انھیں یہ مطالبہ قبول ہے یا نہیں۔

اپنی اصلاح کیجئے اس طرح سوچ سمجھ کر جو خواتین بطور خود اسلام کو اپنا دین بنائیں ان کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان کے کرنے کے کام کیا کیا ہیں۔ آپ کا پہلا کام یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں اور اپنے اندر سے جاہلیت کی ایک ایک چیز کو چن چن کر نکالیں۔ اپنے اندر یہ تمیز پیدا کریں کہ کیا چیزیں اسلام کی ہیں اور کیا چیزیں جاہلیت کی ہیں۔ پھر اپنی زندگی کا گہرا جائزہ لیں اور بے لوث محاسبہ کر کے دیکھیں کہ اس میں جاہلیت کا تو کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ ایسے جو اثرات بھی ہوں ان سے اپنی زندگی کو پاک کیجئے اور اپنے خیالات کو، اپنی معاشرت کو، اپنے اخلاق کو اور اپنے پورے طرز عمل کو دین کے تابع کر دیجئے۔

گھروں کی فضا کی تطہیر آپ کا دوسرا کام یہ ہے کہ گھر کی فضا کو درست کریں۔ اس فضا میں پرانی جاہلیت کی جو رسمیں چلی آرہی ہیں ان کو بھی نکال باہر کریں اور نئے زمانہ کی جاہلیت کے جو اثرات انگریزی دور میں ہمارے گھروں میں داخل ہو گئے ہیں انہیں بھی خانہ بدر کریں۔ اس وقت ہمارے گھروں میں پرانے زمانہ کی جاہلیت اور نئے زمانہ کی جاہلیت کا ایک عجیب مرکب رائج ہے۔ ایک طرف تو وہ روشن خیالی ہے جو ہماری مسلمان خواتین کو فرنگیت زدہ شکل میں لا رہی ہے

اور دوسری طرف اسی روشن خیالی کے ساتھ ساتھ پرانے زمانہ کے جاہلانہ تخیلات، مشرکانہ عقیدے اور ہندوانہ رسمیں بھی ہماری معاشرت میں برقرار ہیں۔ اب جن خواتین کو اپنے ایمانی فرائض کا احساس ہو جائے ان کا کام یہ ہے کہ پرانی جاہلیت کی رسموں اور تصورات کو بھی چن چن کر گھروں سے نکالیں اور نئے زمانہ کی جاہلیت کے ان مظاہر کا بھی خاتمہ کریں جو فرنگی تعلیم اور انگریزی تہذیب کی اندھی تقلید کی بدولت گھروں میں گھس آئے ہیں۔

نئی نسل کی صحیح تربیت آپ کا تیسرا کام یہ ہے کہ اپنے بچوں کو اسلامی طرز پر تربیت دیں ہماری نئی نسلیں اس لحاظ سے بڑی بدقسمت ہیں کہ گھروں کے اندر کبھی قرآن کی آواز ان کے کانوں میں نہیں پڑتی اور نہ وہ اپنی آنکھوں سے گھر کے لوگوں کو کبھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ہم اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ بچپن میں ہم اپنے گھروں میں قرآن کی آواز سنتے تھے اور اپنے بڑوں کو نماز پڑھتے دیکھتے تھے۔ ہمارے گردوپیش بہرحال کچھ نہ کچھ آثار دین کے باقی تھے۔ لیکن موجودہ نسل کی یہ بدقسمتی انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ گھروں کی جس فضا میں وہ پرورش پا رہی ہے اس میں نہ قرآن کی آواز کبھی گونجتی ہے، نہ نماز کا منظر کبھی سامنے آتا ہے۔ اگر ہمارے گھروں کا یہی حال رہا اور یہ نسلیں اسی طرح غلط تربیت حاصل کرتی رہیں تو جب زندگی کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں آئے گی، اس وقت شاید اسلام کا نام بھی باقی نہ رہ سکے گا۔ آپ اب اس صورت حالات کو ختم کریں اور اس فکر میں لگ جائیں کہ گھروں کی معاشرت میں، روزمرہ کے رہن سہن میں، زندگی کے مختلف معمولات میں اسلام نمودار ہو اور وہ ہمارے بچوں کو آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا نظر آئے۔ بچے اسے دیکھیں، اس کا مزہ چکھیں اور اس سے اثر قبول کریں۔ ان کے کانوں میں بار بار قرآن کی آواز پڑے، وہ دن میں پانچ مرتبہ گھروں میں نماز کا منظر دیکھیں، پھر وہ اپنی فطرت کے تحت اپنے بڑوں کی تقلید کریں اور انھیں نماز پڑھتا دیکھ کر خود بخود ان کی نقل اتاریں، وہ توحید کا پیغام سنیں، وہ رسالت کا مدعا سمجھیں، اسلام کا نقش ان کے دلوں پر قائم ہو، ان کی عادات درست ہوں، ان کے اندر اسلامی ذوق پیدا ہو۔ نئی نسل کے لئے یہ سب کچھ ہمیں درکار ہے پس وہ تمام

عورتیں جو اسلام قبول کریں انہیں چاہیئے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنی گودوں اور اپنے گھروں کو مسلمان بنائیں تاکہ ان میں ایک مسلمان نسل پروان چڑھ سکے۔

مردوں پر اثر اندازی آپ کا چوتھا کام یہ ہے کہ اپنے گھر کے مردوں پر اثر ڈالیں، اور اپنے شوہروں، باپوں، بھائیوں اور بیٹوں کو اسلام کی زندگی کی طرف بلائیں۔ عورتوں کو نہ معلوم یہ غلط فہمی کہاں سے لاحق ہو گئی ہے کہ وہ مردوں کو متاثر نہیں کر سکتیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ عورتیں مردوں پر بہت گہرے اثرات ڈالتی ہیں اور ڈال سکتی ہیں۔ مسلمان لڑکی اگر یہ کہنے لگے کہ اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شکل پسند ہے اور چرچل اور ٹرومین اور اسٹالن کی شکل پسند نہیں ہے تو آپ دیکھیں گی کہ کس طرح مسلمان نوجوانوں کی شکلیں بدلنی شروع ہو جائیں گی۔ مسلمان عورت اگر کہنے لگے کہ اسے کالے "صاحب لوگوں" کا طرز زندگی مرغوب نہیں ہے بلکہ اسے اسلامی زندگی مرغوب ہے، جس میں نماز ہو، روزہ ہو، پرہیزگاری اور حسن اخلاق ہو، خدا کا خوف اور اسلامی آداب و تہذیب کا لحاظ ہو تو آپ کی آنکھوں کے سامنے مردوں کی زندگیاں بدلنے لگیں گی۔ مسلمان بیوی اگر صاف صاف کھول کر کہدے کہ اسے حرام کی کمائی سے سجائے ہوئے ڈرائنگ روم پسند نہیں ہیں، رشوت کے روپے سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں ہے، بلکہ وہ حلال کی محدود کمائی میں روکھی سوکھی کھا کر جھونپڑے میں رہنا زیادہ عزیز رکھتی ہے، تو حرام خوری کے بہت سے اسباب ختم ہو جائیں گے اور کتنی ہی رائج الوقت خرابیوں کا ازالہ ہو جائیگا۔

اسی طرز پر اگر وہ تمام بہنیں اصلاح احوال کی ہم شروع کر دیں جنھوں نے اسلام کو اپنے لئے دین تسلیم کر لیا ہے تو وہ اپنے اعزہ و اقربا، اپنے خاندان کے لوگوں اور اپنے میل ملاپ رکھنے والے گھرانوں کو بھی بہت سی خرابیوں سے بچا سکتی ہیں اور انہیں نئی اور پرانی جاہلیتوں سے پاک کر سکتی ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ تبیریں طریقے سے اپنے عزیزوں اور ملنے جلنے والوں کے سامنے جاہلیت کے طریقوں پر تنقید کریں، انہیں اسلام کے احکام سمجھائیں، ان

کو اسلام کے حدود سے آگاہ کریں اور خود بھی اسلامی حدود کی پابندی کر کے اپنا صحیح نمونہ ان کے سامنے پیش کریں۔ یوں اگر کام کیا جائے تو ہماری سوسائٹی کا پورا ڈھانچہ درست ہو سکتا ہے۔

ایک فیصلہ طلب سوال پھر اگر آپ نے اسلام کو فی الواقع اپنے لئے پسند کر لیا ہے تو آپ کے سامنے یہ سوال دو ٹوک فیصلہ کے لئے آن کھڑا ہو گا کہ آیا آپ جاہلیت کی پیروی اور اسلام سے بغاوت میں اپنے غلط کار مردوں کی رفاقت کرنے کے لئے آمادہ ہیں یا نہیں؟ اگر آپ نے واقعی اسلام کو پسند کر لیا ہے تو پھر آپ کو اس سوال کا جواب لازماً نفی میں دینا ہو گا۔ آپ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہ ہو گا کہ دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے آپ خود اپنی عاقبت خراب کرلیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

انّ شر الناس منزلۃ یوم القیٰمۃ عبدٌ اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ	قیامت کے روز بدترین حال اس شخص کا ہو گا جس نے دوسرے کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت خراب کر لی۔

لہٰذا آپ اپنے مردوں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوں مسلمان خاتون ہونے کی حیثیت سے آپ شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے ہر ایک پر یہ واضح کر دیں کہ ہم اسلام کے اتباع میں آپ کی رفاقت کر سکتی ہیں۔ لیکن اگر آپ کو اسلام کی حدود کی پابندی گوارا نہیں ہے تو آپ جانیں اور آپ کا کام، ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ آپ کی دنیا کے لئے اپنی آخرت بگاڑنے پر ہم تیار نہیں ہیں۔

دوسری طرف جن خواتین کے شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے خدا و رسول کی پیروی کرنے والے ہوں ان کا کام یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ پورا تعاون کریں اور تکلیفوں میں ان کا ساتھ دیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص اسلام کی حدود کے اندر رہنے کا فیصلہ کرے گا وہ دولت کمانے میں ہر طرح کے مال پر ہاتھ نہیں مار سکتا، وہ حرام خوری نہیں کر سکتا، وہ حلال طریقوں سے محدود کمائی کر کے عیاشی کے سامان فراہم نہیں کر سکتا۔ پس مسلمان خاتون کو حلال کی تھوڑی کمائی پر قناعت کرنی چاہیئے، اسلام پر چلنے والے باپوں، شوہروں، بھائیوں اور بیٹوں پر دباؤ نہیں ڈالنا

چاہیے کہ وہ ان کے لئے عیش وعشرت اور لطف ولذت کے سامان فراہم کریں۔ اس طرح دین حق
کی اطاعت اور اس کو قائم کرنے کی کوشش میں مردوں کو بہت سی تکلیفوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے
اور مسلمان خواتین کا فرض ہے کہ ان تکالیف میں اپنے حق پرست مردوں کی سچی رفیق ثابت ہوں۔

نازک وقت آرہا ہے

اس وقت ہمارے سامنے ایک بہت بڑے کام کا پروگرام ہے۔
ہمیں پاکستان میں اسلام کی حکومت قائم کرنی ہے اور یہ کام بہت بڑی جدوجہد کا مطالبہ کرتا ہے۔
۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے تک اس ملک کے رہنے والے خود مختار نہ تھے۔ لیکن ۱۵ اگست کے
بعد ہمارے ملک کی صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔ اب اس ملک کے لوگ اپنے مستقبل کا خود
فیصلہ کرنے میں پوری طرح مختار ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو اب یہ طے کرنا ہے کہ وہ اپنے لئے
کس طریق زندگی کو، کس اصول اخلاق کو اور کس نظام حکومت کو پسند کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں آپ
عنقریب دیکھیں گی کہ اس ملک میں ایک شدید کشمکش برپا ہونے والی ہے۔ ایک طرف نام نہاد
مدعیان اسلام ہیں جن کو صرف اسلام کا نام باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہے لیکن اس کو طریق زندگی
کی حیثیت سے انہوں نے نہ قبول کیا ہے اور نہ قبول کرنے پر تیار ہیں۔ اسلام کے نام پر جو حقوق
حاصل ہو سکتے ہیں انہیں تو وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن جن پابندیوں کا اسلام مطالبہ کرتا ہے
ان سے وہ خود بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں اور ملک کو بھی آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں
کے اوپر کافرانہ حکومت قائم رکھنے اور کافرانہ قوانین جاری کرنے کے ارادے رکھتے ہیں۔ دوسری
طرف ان کے مقابلہ میں وہ سب لوگ ہیں جو اسلام کو اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے پسند
کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ اس ملک میں اسلام کی حکومت قائم ہو اور اسلام کا قانون جاری
ہو۔ ان دونوں طاقتوں کے درمیان عنقریب ایک کشمکش رونما ہونے والی ہے۔ اس موقع پر جس
طرح مردوں کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اسلام نما کفر کا ساتھ دیں گے یا حقیقی اسلام کی حمایت کریں گے
اسی طرح مسلمان خواتین کو بھی یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالیں گی۔ نہیں کہا
جاسکتا کہ اس کشمکش میں کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔ بہرحال بہنوں اور ماؤں سے میں درخواست

کرونگا کہ اپنے مستقبل کے طرز عمل کا سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔ اگر وہ اسلام کو دل سے چاہتی ہیں تو انہیں اس کشمکش میں اپنا پورا وزن حقیقی اسلام کے پلڑے میں ڈالنا ہوگا

حکومت اور رائے عام | یہ دور چونکہ جمہوریت کا دور ہے، اس لئے حکومت کے مسلک کا انحصار عوام کی رائے پر ہے۔ حکومت کے اختیارات عوام کے دئے ہوئے اختیارات ہیں۔ پس حکومت اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتی جب تک ہمارے عوام واقعی مسلم نہ ہوں۔ عام لوگ اگر اسلام کا کلمہ نہ پڑھیں اور خدا کو اپنا حاکم مالک نہ مانیں اور اسلام کو خود اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے قبول نہ کریں تو یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ حکومت کلمہ پڑھ دے اور خدا کو حاکم مان کر اس کے دین کی پابند ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے عوام جو مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں، اب جان بوجھ کر کلمہ پڑھیں، اور نظام اسلامی کو اپنی زندگی کے لئے برضا و رغبت انتخاب کریں جب وہ یوں کلمہ پڑھکر اسلام کو اختیار کریں گے تو ان کی رائے سے جو حکومت بنے گی وہ حکومت بھی کلمہ گو حکومت ہوگی اور خدا کے آگے جھکنے والی اور اس کے قانون کو جاری کرنے والی ہوگی۔

اس سلسلہ میں چند باتیں مجھے آپ سے خاص طور پر کہنی ہیں۔ اسلامی حکومت کے متعلق آج کل یہ غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں کہ اگر کہیں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو ایک بڑا تاریک دور ملک پر مسلط ہو جائے گا اور قوم کی ساری ترقی رک جائے گی خصوصیت سے یہ چیز بھی کہی جاتی ہے کہ اسلامی نظام میں عورتوں کی پوزیشن گر جائیگی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر یہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو وہ عورتوں کے لئے بھی ویسی ہی بابرکت ثابت ہوگی جیسی مردوں کے لئے ہے۔ میں مختصر طور پر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی حکومت میں آپ کی کیا پوزیشن ہوگی۔

اسلامی حکومت میں خواتین کے حقوق | ۱۔ اسلام موجودہ زمانہ کی جمہوریت سے سینکڑوں برس پہلے عورتوں کے حق رائے دہی کو تسلیم کر چکا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب عورت کی مستقل شخصیت ہی سے انکار کیا جاتا تھا اور یہ کہا جاتا تھا کہ عورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ شیطان کی ایک ایجنٹ ہے۔ ایسے تاریک دور میں اسلام نے سب سے پہلے عورت کی شخصیت کا اثبات

کیا اور اسے اجتماعی معاملات میں رائے دینے کا حق بخشا۔ اسلامی حکومت میں ہر بالغ عورت کو ووٹ کا حق اسی طرح حاصل ہوگا جس طرح ہر بالغ مرد کو یہ حق دیا جائے گا۔

۲۔ اسلام عورتوں کو وراثت اور مال وجائداد کی ملکیت کے پورے پورے حقوق دیتا ہے ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی دولت کو صنعت وحرفت میں لگائیں اور اس سے جو نفع ہو اس کی بلا شرکت غیرے مالک ہوں۔ بلکہ ان کے پاس اگر وقت بچتا ہو تو ان کو اس کا بھی حق ہے کہ بطور خود کوئی کاروبار، کوئی محنت مزدوری کریں اور اس کی آمدنی کی ملکیت پوری طرح انھیں حاصل ہو۔ ان کے شوہروں اور باپوں کو ان کی املاک پر کسی قسم کے اختیارات حاصل نہیں ہیں

۳۔ اسلامی حکومت میں یہ ناقص ازدواجی قانون، جو انگریزی دور میں یہاں رائج رہا ہے اور جس نے بہت سی مسلمان عورتوں کیلئے دنیا کی زندگی کو دوزخ کی زندگی بنا رکھا ہے، بدل دیا جائے گا، اور اسلام کا حقیقی قانون ازدواج جاری کیا جائیگا جو عورتوں کے حقوق ومفاد کی پوری پوری حفاظت کرتا ہے۔ یہ نام نہاد شریعت بل جو ابھی ابھی پاکستانی پنجاب کی اسمبلی میں پاس کیا گیا ہے، یہ پوری طرح شریعت کے قانون پر مشتمل نہیں ہے، بلکہ قانون شریعت کی ایک مسخ شدہ شکل ہے میری کتاب حقوق الزوجین اگر آپ کے مطالعہ میں آئی ہو تو آپ پر واضح ہو چکا ہوگا کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے جملہ حقوق ومفاد کی حفاظت اسلام کے قانون کے سوا اور کسی قانون میں نہیں ہے۔ اسلام کی حکومت میں ایسا ازدواجی قانون نافذ ہوگا جو آپ کی ساری شکایات ختم کر دیگا۔

۴۔ اسلامی حکومت میں عورتوں کو تعلیم سے محروم نہیں رکھا جائیگا، جیسا کہ غلط فہمیاں پھیلانے والے لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے، بلکہ ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جائیگا۔ یہ انتظام یقیناً آجکل کے گرلز اسکولوں اور گرلز کالجوں کے طرز پر نہ ہوگا، اور مخلوط تعلیم کے اصول پر تو ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ اس میں اسلامی حدود کی پابندی کی جائے گی۔ مگر بہر صورت ہر شعبے میں اونچے معیار کی زنانہ تعلیم کے انتظامات ضرور کئے جائیں گے۔ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ اسلام کی حدود کو اگر برقرار رکھنا ضروری ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ گرلز میڈیکل کالج چلائے جا سکیں؟ میں کہتا ہوں کہ

اگر حکومت اسلام کا کلمہ پڑھ لے اور اسلام کے اصول پر کام کرنے کا فیصلہ کرے تو ایسے ذرائع فراہم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے جن سے اسلامی طرز کا ایک زنانہ میڈیکل کالج قائم کیا جا سکے۔ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ماہر اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹرز کو جو ملک میں موجود ہیں۔ لڑکیوں کو ڈاکٹری تعلیم دینے پر مامور کر دیں۔ یا اگر بالفرض وہ فراہم نہ ہو سکیں تو ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اپنی قوم میں سے سن رسیدہ ڈاکٹروں کو جن کی سیرت قابل اعتماد ہو، منتخب کر لیں اور ان کے سپرد یہ خدمت کریں کہ چند سال کے اندر اچھی لیڈی ڈاکٹروں کا ایک معتد بہ گروہ تیار کر لیں، پھر ہم عورتوں کو مردوں سے تعلیم دلانے کی ضرورت سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ اسی طرح ہر دوسرے شعبے کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اسلامی حدود توڑنے کی کوئی ضرورت پیش آئے۔

۵۔ ہم مسلمان عورتوں کو ضروری فوجی تعلیم دینے کا بھی انتظام کریں گے اور یہ بھی انشاء اللہ اسلامی حدود کو باقی رکھتے ہوئے ہوگا۔ میں بارہا اپنے رفقاء سے کہہ چکا ہوں کہ اب قومیت کی لڑائیاں حد سے بڑھ چکی ہیں، اور انسان درندگی کی بدتر سے بدتر شکلیں اختیار کر رہا ہے۔ ہمارا سابقہ ایسی ظالم طاقتوں سے ہے جنھیں انسانیت کی کسی حد کو بھی پھاند جانے میں تامل نہیں ہے۔ کل اگر خدانخواستہ کوئی جنگ پیش آ جائے تو نا معلوم کیا کیا بربریت ان سے صادر ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو مدافعت کے لئے تیار کریں اور ہر مسلمان عورت اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرنے پر قادر ہو۔ انھیں اسلحہ کا استعمال سیکھنا چاہیئے، انھیں تیرنا آتا ہو، سواری کر سکتی ہوں، سائیکل اور موٹر چلا سکیں فسٹ ایڈ جانتی ہوں۔ پھر صرف اپنی ذاتی حفاظت ہی کی تیاری نہ کریں، بلکہ ضرورت ہو تو جنگ میں مردوں کا ہاتھ بٹا سکیں۔ ہم یہ سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن اسلامی حدود کے اندر اندر کرنا چاہتے ہیں، ان حدود کو توڑ کر نہیں کرنا چاہتے۔ قدیم زمانے میں بھی مسلمان عورتوں نے اسلحہ کے استعمال اور مدافعت کے فنون کی تربیت حاصل کی تھی۔ لیکن انھوں نے پورے فنون سپہ گری اپنے باپوں، بھائیوں اور شوہروں سے سیکھے تھے اور پھر عورتوں نے عورتوں کو تربیت دی تھی۔ اب بھی یہ صورت بآسانی اختیار کی جا سکتی ہے کہ فوجی لوگوں کو اپنی محرم خواتین کی

تربیت پر مامور کیا جائے اور پھر جب عورتیں کافی تعداد میں تیار ہو جائیں تو ان کو دوسری عورتوں کے لئے معلم بنا دیا جائے۔

مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا فرق یہ چند امور میں نے مثال کے طور پر بیان کئے ہیں جن سے آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ اسلامی حکومت میں عورتوں کو محض گڑیا بنا کر نہیں رکھا جائیگا جیسا کہ بعض نادانوں کا گمان ہے، بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ ترقی کا موقع دیا جائے گا۔ بہرحال یہ ضرور سمجھ لیجئے کہ ہم عورت کو عورت ہی رکھ کر عزت کا مقام دینا چاہتے ہیں، اسے مرد بنانا نہیں چاہتے۔ ہماری تہذیب اور مغربی تہذیب میں فرق یہی ہے کہ مغربی تہذیب عورت کو اس وقت تک کوئی عزت اور کسی قسم کے حقوق نہیں دیتی جب تک وہ ایک مصنوعی مرد بن کر مردوں کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ مگر ہماری تہذیب عورت کو ساری عزتیں اور تمام حقوق عورت ہی رکھ کر دیتی ہے اور تمدن کی انہیں ذمہ داریوں کا بار اس پر ڈالتی ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کی ہیں۔ اس معاملہ میں ہم اپنی تہذیب کو موجودہ مغربی تہذیب سے بدرجہا زیادہ افضل اور اشرف سمجھتے ہیں اور نہایت مضبوط دلائل کی بنا پر یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہماری ہی تہذیب کے اصول صحیح اور معقول ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ صحیح اور پاکیزہ چیز کو چھوڑ کر ہم غلط اور گندی چیز کو قبول کریں۔ موجودہ زمانہ کی مخلوط سوسائٹی سے ہمارا اختلاف کسی تعصب یا اندھی مخالفت کا نتیجہ نہیں، ہم پوری بصیرت کے ساتھ اپنی اور آپ کی اور پوری انسانیت کی اور تہذیب و تمدن کی فلاح و بہبود اسی میں دیکھتے ہیں کہ اس تباہ کن طرز معاشرت سے اجتناب کیا جائے۔ ہمیں صرف عقلی دلائل ہی سے اس کے غلط ہونے کا یقین نہیں ہے بلکہ تجربہ سے اس کے نتائج جو ظاہر ہو چکے ہیں اور دنیا کی دوسری قوموں کے اخلاق و تمدن پر اس کے جو اثرات مترتب ہو چکے ہیں، ان کو ہم جانتے ہیں۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ہماری قوم اس تباہی کے گڑھے میں گرے جس کی طرف ہمارے فرنگیت زدہ اونچے طبقے اسے دھکیلنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اخلاق کھو چکے ہیں اور اب ساری قوم کے اخلاق برباد کرنے کے درپے ہیں۔ اس کے برعکس ہماری کوشش یہ ہے کہ ہماری

قوم اور ہمارا ملک جو کچھ بھی ترقی کرے، اسلامی اخلاق کے دائرے میں رہ کر کرے۔ مگر اپنی اس کوشش میں ہم اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں کہ جب ہمارے بھائیوں کے ساتھ ہماری بہنوں کی مجموعی طاقت بھی ہماری تائید پر ہو۔

پورا اسلام یا پوری فرنگیت اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ آپ فرنگیت چاہتی ہیں یا اسلام؟ ان دونوں میں سے ایک ہی کا آپ کو انتخاب کرنا ہو گا۔ دونوں کو خلط ملط کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ اسلام چاہتی ہوں تو پورے اسلام کو لینا ہو گا۔ اور اپنی پوری زندگی پر اسے حکمراں بنانا ہو گا کیونکہ وہ تو صاف کہتا ہے کہ ادخلوا فی السلم کافہ ٥ تم پورے کے پورے اسلام کے اندر آ جاؤ۔ اپنی زندگی کا کوئی ذرا سا حصہ بھی میری اطاعت سے مستثنیٰ نہ رکھو۔ اگر یہ کلی اطاعت منظور نہ ہو اور کچھ فرنگیت ہی کی طرف میلان ہو تو پھر مناسب یہی ہے کہ دعویٰ اسلام کو ملتوی رکھیں اور جس راہ پر چلیں نام بھی اسی کا لیں۔ آدھا اسلام اور آدھا کفر نہ دنیا ہی میں کسی کام کی چیز ہے اور نہ آخرت ہی میں اس کے مفید ہونے کا کوئی امکان ہے۔ اور پھر اس مرکب پر اسلام کا لیبل ایک جھوٹ بھی ہے

یہ اجلاس ساڑھے چار بجے نماز عصر کے لئے برخاست ہوا اور جو خواتین محض شرکت اجتماع اور خطاب عام سننے کے لئے آئی تھیں وہ واپس چلی گئیں کیونکہ عصر کے بعد صرف کارکن خواتین کو آئندہ کام کے لئے ہدایات دینی باقی تھیں۔

تیسرا اجلاس

اس اجلاس میں جو سوا پانچ بجے کے قریب شروع ہوا، امیر جماعت نے کارکن خواتین کو حسب ذیل ہدایات دیں:۔

(۱) چونکہ ہمیں ہر کام مسلمان کی حیثیت سے اور مسلمان رہ کر ہی انجام دینا ہے اس لئے میں آپ کو بھی ہدایت یہ دیتا ہوں کہ جو کچھ کیجئے اُن حدود اور ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیجئے جو اسلام نے آپ کے لئے مقرر کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان عورت اپنی نقل و حرکت

ہیں وہ آزادی نہیں برت سکتی جو ایک کافر عورت برت سکتی ہے۔ پھر جس طرح مرد سے اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ اپنے اہل وعیال اور دوسرے حق داروں کے حقوق بھی ادا کرے اور اُن کے ساتھ اپنے دین اور خُدا کے حقوق بھی ادا کرے، اسی طرح اسلام عورتوں سے بھی یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جو حقوق ان پر شوہر، باپ، بھائی، اولاد اور دوسرے لوگوں کے ہیں ان کو بھی ٹھیک ٹھیک ادا کرے اور ان کے ساتھ اپنے دین اور خدا کے حقوق بھی ادا کرے۔ ایک غیر مسلم کے لئے تو یہ ممکن ہے کہ وہ جس طرف جھک گیا جھک گیا اور دوسری ساری ذمہ داریوں سے مُنہ پھیر لیا۔ لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہاں نہ افراط کی گنجائش ہے نہ تفریط کی بلکہ ہر ایک کا جو حق ہے اُسے ادا کرنا ہوگا۔

(۲) دوسری بات آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہر شخص سے اسلام کا مطالبہ اس کی استطاعت کے مطابق ہے۔ مالدار سے اس کا کچھ اور مطالبہ ہے اور نادار سے کچھ اور صحت مند اور توانا آدمی سے اس کا مطالبہ اور ہے اور بیمار اور ناتواں سے کچھ اور۔ عالم کی ذمہ داریاں اس کے نزدیک کچھ اور ہیں اور کم علم اور ان پڑھ لوگوں کی کچھ اور۔ اسی طرح جس عورت پر گھر اور بچوں کی اور دوسرے حق داروں کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں اس سے اسلام کا وہ مطالبہ نہیں ہے جو اُس عورت سے ہے جس پر ذمہ داریاں کم ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کو خود اندازہ کرنا چاہیئے کہ فی الواقع اس کی استطاعت کتنی ہے، اور پھر اسی کے لحاظ سے صرف اتنا کام اپنے ذمہ لینا چاہیئے جتنا وہ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے انجام دے سکے۔ آپ کے اندر تبلیغ کا جو مبارک جذبہ پیدا ہوگیا ہے اس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں، مگر اس کے ساتھ میں آپ کو مشورہ دونگا کہ اپنے اندر وہ اعتدال پیدا کیجئے جو مزاج مومن کا امتیازی خاصہ ہے۔ ایک مسلمان عورت پر اصل ذمہ داری اس کی اپنی ذات کی، اس کے بال بچوں اور اس کے گھر کی اور اس کے خاندان کی ہے۔ سب سے پہلے اسے ان کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور انہیں مسلمان بنانا چاہیئے۔ آپ اسلام کو سمجھیں، اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو بدلیں، اپنے گھروں کو ہر قسم کی جاہلیت سے پاک کریں، اپنے بچوں کی صحیح تربیت

کریں، اپنے قریبی عزیزوں کو اسلام کی طرف لائیں۔ پھر اپنی برادری کے لوگوں میں سے جن جن کے ساتھ آپ شرعی حدود کے اندر رہ کر مل سکیں اُن کے اندر سے جاہلیت کے اثرات نکالیں اور ان کو اسلام سے روشناس کرائیں۔ پھر آپ کا میل جول جن خاندانوں سے ہو اور آپ کے ہمسائے میں جو لوگ بستے ہوں اُن کی طرف بھی توجہ کریں اور ان کی مستورات کے ذریعہ سے کوشش کریں کہ اسلام کی روشنی ان کے گھروں میں بھی پھیلے۔

(۳) اس دائرے سے باہر کام کرنے کے لئے کچھ حدود ہیں۔ سن رسیدہ عورتوں کو تو اسلام اجازت دیتا ہے کہ وہ باہر دوسری عورتوں سے ملیں اور ان کی اصلاح کریں۔ لیکن جوان لڑکیوں کو اسلام آزاد پھرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اُن کو اُن حدود کے اندر رہنا چاہیئے جو اسلام نے اُن کے لئے مقرر کردی ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہماری عورتوں میں تبلیغ و اشاعت کے نام سے وہ جاہلیت پھیلے جسے دور کرنے اور مٹانے کے لئے ہم اٹھے ہیں۔

(۴) جو خواتین کام کرنا چاہیں وہ اپنے پاس لٹریچر رکھیں جس حد تک ان کے اپنے ذرائع اجازت دیں وہ خود خریدیں۔ اور جب ضرورت ہو تو اپنے قریب کی جماعت اسلامی کے دار المطالعہ سے کتابیں منگوا لیا کریں۔ جو خواتین پڑھی لکھی ہوں انھیں لٹریچر پڑھایا جائے، جو اَن پڑھ ہوں ان کو تعلیم دینے اور لٹریچر سنانے کا بندوبست کیا جائے۔

(۵) خواتین کے اجتماعات کے سلسلے میں میں نے بہت غور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کے لئے بار بار اجتماعات میں شریک ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے پورے شہر کی خواتین تو اگر دو یا تین ماہ میں ایک مرتبہ جمع ہو جایا کریں تو کافی ہوگا۔ البتہ محلّے کی عورتیں ہر ہفتہ یا ہر پندرہ روز میں کسی ایک جگہ جمع ہو کر اپنے کام کا جائزہ لیا کریں۔ اس پر تنقید کر لیا کریں، اپنی مشکلات کو حل کرنے کی تدابیر سوچ لیا کریں اور مل کر کام کا پروگرام تجویز کر لیا کریں۔

(۶) میں چاہتا ہوں کہ جلدی سے جلدی کوئی ایسی خاتون مل جائیں جو قیمّہ کا کام کر سکیں تاکہ اس کے ذریعے سے خواتین کی تنظیم کی جا سکے اور انھیں ہدایات وغیرہ پہنچانے اور ان کے

کام کی صحیح رفتار معلوم کرنے میں بھی سہولت ہو۔ لیکن ابھی تک اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔
اگر اس وقت شہر لاہور کا کام سنبھالنے کے لئے آپ اپنے اندر کسی خاتون کو موزوں و اہل پائیں
تو اسے منتخب کر کے مجھے اطلاع دیں۔

نوٹ :- اب تک ساہیں اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔

(۷) اپنی یا اپنے حلقے (جہاں حلقہ موجود ہو) کی ماہوار رپورٹ اپنی مقامی جماعت کے امیر کو
اور اس کی نقل مرکز کو بھیجا کریں۔ اگر کسی مقام پر مقامی جماعت موجود نہ ہو تو پھر وہاں کی خواتین
اپنی رپورٹ مرکز ہی میں بھیجتی رہیں۔

(۸) اب تک ہماری پالیسی یہ رہی ہے کہ ہم نے غیر شادی شدہ عورتوں کو جماعت میں لینے
سے احتراز کیا ہے۔ یہ اس بنا پر تھا کہ اگرچہ شادی مرد کی زندگی میں بھی بہت سے تغیرات کا
موجب ہوتی ہے لیکن عورت کی زندگی کا تو یہ بہت ہی انقلاب انگیز واقعہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات
وہ اسے ایسے حالات سے دوچار کر دیتی ہے جن کا اسے شادی سے پہلے بالکل اندازہ نہیں ہوتا۔ اس لئے
ہم عورتوں کو اتنی بڑی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتے کیونکہ ہمارے نزدیک کسی کے اس تحریک میں
شامل ہو کر علیحدہ ہو جانے سے یہ بدرجہا زیادہ بہتر ہے کہ وہ اس میں سرے سے شریک ہی نہ ہو۔
لیکن اب ہم اس شرط کو اٹھا رہے ہیں۔ آئندہ غیر شادی شدہ عورتیں بھی جماعت کی رکنیت
کی درخواست کر سکیں گی البتہ انھیں درخواست کرنے سے پہلے اسلام اور اس کی ذمہ داریوں کو
خوب اچھی طرح سے سمجھ کر اپنے آپ کو تول لینا چاہیئے کہ اگر خدانخواستہ اُن کے شوہر اُن کے مسلک
سے متفق نہ ہوئے تو آیا اُن کے اندر اتنی قوت ہے کہ وہ اس عدم اتفاق کے باوجود اپنے مسلک
پر قائم رہ سکیں گی ؟ اس سلسلے میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ رکنیت کا فیصلہ کرنے سے
پہلے ہم یہ اطمینان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیا درخواست کنندہ پوری بات کو سمجھ گیا ہے یا نہیں،
اس کی زندگی میں وہ ضروری تغیرات جو ہر مسلمان کے اندر لازماً ہونے چاہئیں رونما ہو گئے ہیں
یا نہیں اور یہ کہ اس کی طبیعت میں "تلوّن" تو نہیں ہے ؟ یہ اندازہ کرنے میں بعض اوقات کئی

مہینے گذر جاتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی کی درخواست کا فوراً فیصلہ نہ کیا جائے یا اُسے بطور اُمید کے کام کرنے کی ہدایت کی جائے تو اسے ارکان ہی کے سے انہماک سے کام شروع کر دینا چاہیئے ان کا کام ہی در اصل ان کی رکنیت کے بارے میں فیصلہ کن ہوگا۔ یہ بات میں نے اس لئے واضح کر دی ہے کہ رکنیت میں دیر ہو جانے کی وجہ سے بعض لوگوں میں بددلی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

اب آپ آپس میں مل بیٹھئے اور سر جوڑ کر سوچئے کہ اس کام کو خواتین میں کیسے بڑھایا اور پھیلایا جائے۔ اس کے لئے ایک پروگرام مرتب کر لیجئے اور پھر اس کے مطابق قاعدے اور تنظیم کے ساتھ کام شروع کر دیجئے۔

ان ہدایات کے بعد خواتین نے الگ اجلاس کر کے آپس میں کچھ اُمور طے کر لئے اور اجتماع کی کارروائی نماز مغرب سے چند منٹ پہلے ختم ہوئی۔

چند اہم سوالات اور ان کے جوابات

ٹونک میں خواتین کے اجتماع کے موقعہ پر بعض بہنوں نے امیر جماعت سے کچھ سوالات بھی دریافت کئے تھے۔ یہ سوالات اور ان کے جوابات اگرچہ اس اجتماع کی کارروائی کا حصہ نہیں ہیں لیکن خواتین کے مسائل سے متعلق اور اہم معلومات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے انہیں بھی نمبروار ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

سوال نمبر ۱ ۔ عورتوں کو اپنے حدود کے اندر رہتے ہوئے تبلیغ کس طرح کرنی چاہیئے؟

جواب :۔ تبلیغ کے لئے کوئی مصنوعی طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے اصل تبلیغ یہ ہے کہ انسان جس اصول اور مسلک پر ایمان رکھتا ہو اس کا نمونہ خود ہی اپنی زندگی میں پیش کرے اور اپنے کسی قول و عمل سے اس کے خلاف شہادت نہ دے۔ اس کے ساتھ اگر آدمی زبان اور قلم سے دوسروں کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کی کوشش کرے تو وہ مفید ہو سکتی ہے۔ انسانی فطرت کا خاصہ یہی ہے کہ وہ کسی اصول سے اسی قدر متاثر ہوتی ہے جس قدر پختہ اس کے علمبرداروں کا اس پر ایمان ہو۔ اپنے اصول کے معاملہ میں کسی سے کوئی مصالحت نہ کیجئے۔ اگر آپ دوسروں کے اثر سے دباؤ قبول کرنے لگیں تو پھر دوسرے آپ کو دباتے ہی چلے جائیں گے۔ اصول پرستی اور مصالحت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اپنے اصول کے معاملہ میں ہم کسی رواداری کے قائل نہیں۔ اگر دوسروں کو ہماری حق پرستی اور راست روی پسند نہیں تو آخر ہم ان کی غلط روی کا کیوں لحاظ کریں۔ غلط رو اور غلط کار لوگوں سے مصالحت رواداری نہیں بلکہ کمزوری اور دینی بے غیرتی ہے۔ البتہ یہ لحاظ ہے کہ اپنے اصول کی پابندی میں آپ جس قدر سخت ہوں اسی قدر آپ کو اپنے اصولوں کے پیش کرنے اور مخالفین و معترضین کو جواب دینے میں نرم اور شیریں ہونا چاہیئے۔

سوال نمبر ۲ ۔ عورت کو شادی سے پہلے والدین اور بھائیوں کی اور شادی کے بعد شوہر اور سسرال کے بزرگوں کی اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی کو بالکل بدل لیں اور غلط راہوں پر چلنے سے انکار کر دیں اور اصلاح کی عملاً کوشش کرنے لگیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ہماری مزاحمت کریں۔ ایسے حالات

میں ان کے ساتھ ہمیں کیا سلوک کرنا چاہیئے؟ والدین اور شوہر کے حقوق پر تو اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے۔

جواب:- حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی پر کوئی اصلی اور ذاتی حق نہیں رکھتا۔ انسان پر اور اس کائنات کی سب دوسری چیزوں پر اصل حقوق صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ دوسروں کو جو حقوق بھی حاصل ہیں وہ اصلی حقوق نہیں ہیں بلکہ وہ خدا کے عطا کئے ہوئے حقوق ہیں۔ والدین بھائی، بہن، شوہر اور تمام دوسرے رشتہ داروں کے حقوق بس وہی اور اسی قدر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان سے زیادہ وہ کوئی اور حق نہیں رکھتے اور ان کے یہ حقوق اللہ کے حقوق کے تحت اور اس کے مقرر کردہ حدود کے اندر ہی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی اپنے قول یا فعل سے یہ مطالبہ کرے کہ خدا کی مرضی اور اس کا قانون خواہ کچھ ہو تم کو میری بات ماننی پڑے گی تو اس کی اطاعت کیا معنی اس سے بغاوت شرعاً لازم ہو جاتی ہے۔ اگر خدا کی نافرمانی میں آپ نے کسی کی اطاعت کی تو آپ کا ایمان ہی سرے سے مشتبہ ہو جائیگا۔ ہاں اللہ اور رسول نے والدین، شوہر، اور دوسرے حق داروں کے جو حقوق مقرر کر دیئے ہیں وہ ایک مسلمان عورت کو دوسری عورتوں سے زیادہ اچھی طرح ادا کرنے چاہئیں اور اس بات کی پرواہ کئے بغیر ادا کرنے چاہئیں کہ دوسرا خود ان کے حقوق کو کہاں تک ادا کر رہا ہے حتی الوسع کوئی بد مزگی نہ پیدا ہونے دی جائے، اپنی زبان اور جذبات پر پورا قابو رکھا جائے اور اپنے اصولوں میں پوری سختی لیکن کلام اور اخلاق میں انتہائی نرمی برتی جائے۔

سوال نمبر ۳- ہمیں تقریر کس طرح کرنی چاہیئے تاکہ زیادہ سے زیادہ بہنیں متاثر ہوں۔

جواب - جن مستورات کو اللہ تعالیٰ نے تقریر کی صلاحیت بخشی ہے ان کو چاہیئے کہ ہمارے لٹریچر کو غور سے پڑھیں جب خیالات اور ذہن صاف ہو جائیں گے تو تقریر کا ڈھنگ خود بنتا جائے گا "خطبات" سے اس سلسلہ میں خاص طور پر مدد لی جاسکتی ہے۔ انداز بیان آسان سے آسان اور صاف ہو تاکہ کم سے کم لیاقت کا آدمی بھی آپ کی بات سمجھ سکے۔ مخاطب لوگوں کے ذہن اور خیالات کا لحاظ نہایت ضروری ہے ابتداءً کچھ غلطیاں ہوں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے سارے کاموں کی طرح یہ کام بھی کرتے

سے ہی آتا ہے

سوال نمبر ۴۔ سنیما جو آجکل وبا کی طرح پھیلا ہوا ہے اُسے دیکھنا کہاں تک جائز ہے ؟ کیونکہ بعض کھیل اصلاحی اور سبق آموز بھی ہوتے ہیں۔

جواب :۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ سنیما دیکھنا کسی حد تک بھی جائز نہیں۔ اس سے بالکل پرہیز کیا جائے جن فلموں کو عام طور پر تعلیمی اور اخلاقی کہا جاتا ہے ان میں بھی بد اخلاقی کے جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ جب تک یہ فن ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کے نزدیک اخلاق کی سرے سے کوئی قدر و قیمت ہی نہیں اس وقت تک کہیں کوئی لکیر نہیں کھینچی جاسکتی کہ اس حد تک تو آپ اس سے فائدہ اٹھائیں اور فلاں مقام سے آگے نہ بڑھیں۔ میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ سنیما سے کسی نے کوئی سبق سیکھا ہو بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ جس شخص کے اندر کوئی اخلاقی حس موجود ہو وہ ان مناظر کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں، بھائیوں اور بہنوں کا انھیں دیکھنا گوارا کر سکتا ہے جو سنیما میں عام طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کوئی وقت لایا اور اقتدار ہمارے ہاتھ میں منتقل ہوا تو ہم انشاء اللہ دوسرے فنون کے ساتھ اس فن کو بھی مسلمان بنائیں گے اور پھر یہ دیکھنے کے قابل ہوگا اگر سنیما کا فی الواقع صحیح استعمال کیا جائے تو اس کے ذریعہ سے عوام کو موجودہ زمانے کے عام کالجوں کی تعلیم کے برابر معلومات بہت آسانی سے دی جاسکتی ہیں۔ وقت آنے پر ہم انشاء اللہ دنیا کو یہ کر کے دکھائیں گے۔ لیکن اس وقت جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں سنیما بینی کو قطعی ترک کر دینا چاہیئے۔

سوال نمبر ۵۔ عورتوں کا لباس کس قسم کا ہونا چاہیئے ؟ برقعہ اوڑھکر باہر نکلنا کس حد تک اور کن حالات میں جائز ہے ؟

جواب :۔ "پردہ" میں اس کی تفصیلات موجود ہیں وہاں سے دیکھ لی جائیں۔ دہلی، یو۔ پی اور بھوپال میں عورتیں جیسے چست لباس عام طور پر پہنتی ہیں وہ جائز نہیں ہیں۔ خواہ وہ موٹے کپڑے کے ہی بنے ہوئے ہوں۔ ضرورت کے وقت برقع پہنکر گھر سے باہر نکلنا درست ہے۔ لیکن شوخ رنگ کے

ریشمی برقعے جو آجکل رائج ہیں ان کا استعمال درست نہیں۔ برقعے اور چادر جسم اور زینت کو چھپانے کے لئے ہیں نہ کہ انھیں نمایاں کرنے کے لئے۔ پردے کی شرعی حدود معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ایک گروہ نے تو اس قدر آزادی اختیار کرلی کہ اپنی عورتوں کو نیم برہنگی کی حد تک لے گئے اور دوسرے گروہ نے انھیں گھر کی چار دیواری میں اس طرح قید کردیا کہ صوبہ بہار میں مسلمانوں کے قتل عام کے وقت بھی ان کی عورتیں ڈولی کے بغیر گھر سے نہ نکل سکیں۔ یہ دونوں طریقے غلط ہیں۔ اس وقت تو ملک میں ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ عورتوں کو اس کے لئے تیار ہونا چاہیئے کہ بوقت ضرورت اپنی حفاظت خود کرسکیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکیں اور مصیبت کے وقت مردوں کے لئے بار اور رکاوٹ بننے کے بجائے ان کی قوت میں اضافہ کرنے کا موجب ہوں۔ میں تو یہ بھی مشورہ دونگا کہ بھائی اپنی بہنوں کو اگر ممکن ہوسکے تو گھروں کے اندر سائیکل کی سواری بھی سکھادیں تاکہ ضرورت کے وقت اس سے کام لیا جاسکے۔

سوال نمبر ۶ کیا عورت پردے میں رہ کر ضرورت کے وقت غیر مرد سے بات کرسکتی ہے؟

جواب: ہاں ضرورت کے وقت عورت پردے میں رہ کر دوسرے مرد سے بات کرسکتی ہے لیکن لہجے میں لوچ اور ملایت نہیں ہونی چاہئے مبادا کہ شیطان اس کے دل میں کوئی غلط توقعات پیدا کردے حضرت عائشہؓ نے تو مردوں کو درس بھی دیا ہے۔ ایک موقع پر خطبہ بھی دیا اور فوجوں کو احکام بھی دئے دوسرے مسائل کی طرح اس میں بھی اعتدال کی راہ ہی صحیح ہے کہ عام آزادی بھی نہ ہو اور یہ بھی نہیں کہ ضرورت کے وقت بھی کسی سے بات نہ کی جائے

سوال نمبر ۷ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا غیر مرد کو دیکھنا ہے اور اکثر غیر مرد پر نگاہ پڑجاتی ہے۔ یہ گناہ قابل معافی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس مسئلے پر "پردہ" میں بحث کی گئی ہے وہاں دیکھی جائے۔ دراصل مردوں کے عورتوں کو دیکھنے پر جو پابندی ہے وہ پابندی عورتوں کے مردوں کو دیکھنے پر نہیں ہے۔ اگر عورت پردہ کرکے نکلے گی تو ظاہر ہے کہ اسے راستہ دیکھنا ہوگا اور اس سے اس کی نظر مردوں پر بھی پڑے گی۔ عورت کا جو دیکھنا منع اور زنا ہے

وہ بُری نظر سے دیکھتا ہے۔

سوال نمبر ۸۔ بعض عورتیں گنڈے اور تعویذوں کو بہت اہمیت دیتی ہیں اور اس کے لئے تاویل کرتی ہیں کہ جس طرح نظر پھکوانا جائز ہے اسی طرح یہ بھی درست ہے۔

جواب۔ آجکل جو تعویذ اور گنڈے ہوتے ہیں وہ اکثر و بیشتر مشرکانہ اور شیطانی ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو بظاہر قرآنی کہے جاتے ہیں ان میں بھی اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ کچھ نہ کچھ تحریف ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے ان سے احتراز اولیٰ ہے۔ دوسرے صحیح اور قرآنی تعویذوں کو بھی دعا کی حیثیت میں ہی رکھنا چاہیئے۔ ان کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ ان سے لازماً آرام ہو جائے گا درست نہیں ہے۔ صحت و تندرستی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کے لئے اسی سے دعا کرنی چاہیئے۔ تعویذ اور گنڈوں کی طرف رجوع کرنا عام طور پر بے عمل اور پست ہمت قوموں کا شیوہ رہا ہے اور اب بھی ان کی طرف رجوع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہیں۔

سوال نمبر ۹۔ میلاد النبی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ اس میں پیدائش کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب:۔ حضورؐ کی سیرت بیان کرنے کے لئے جمع ہونا صحیح بلکہ بہت نیک کام ہے لیکن اس کی غرض یہ ہونی چاہیئے کہ اس سے سبق لیا جائے مگر یہ میلاد خوانی جو اس وقت رائج ہے یہ ساری کی ساری جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم پر مشتمل ہے اور اگر حضورؐ یا صحابہ کے زمانہ میں ہوتی تو اسے حکماً بند کر دیا جاتا جس طرح حضورؐ کی پیدائش کو ان محفلوں میں بیان کیا جاتا ہے اس طرح اپنی پیدائش کے ذکر کو کوئی شخص بھی پسند نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر ۱۰۔ شادی بیاہ کے موقع پر اکثر گانا مع ساز کے گایا جاتا ہے اور ان تقاریب میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے اور ساز کس قسم کا سننا جائز ہے؟

جواب۔ ساز بجز دف کے اور کسی قسم کا جائز نہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر اگر لڑکیاں بالیاں آپس میں بیٹھ کر کچھ گا بجا لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی اجازت دی ہے لیکن پیشہ ور ڈومنیوں اور طوائفوں کا گانا اور ساز کے ساتھ گانا کسی طرح جائز نہیں۔ ایسی محفلوں سے اجتناب کرنا چاہیئے جہاں شادی میں اس کا انتظام کیا گیا ہو وہاں آپ صرف نکاح اور ولیمہ کے موقع پر شریک ہوں اور باقی تقریبات سے الگ رہ جائیں۔ آپ کا طرز عمل یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے عزیزوں اور بھائی بندوں کے سب جائز کاموں میں شریک ہوں گے اور *

* ناجائز کاموں سے الگ رہیں گے۔

مطبوعات جماعت اسلامی

مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ اول	عہ؍	اسلام اور ضبطِ ولادت	عہ
" " حصہ دوم	ع۸؍	حقیقت شرک	۶
" " حصہ سوم	ع؍	حقیقت توحید	ع۲؍
خطبات	۸ے؍	حقیقت تقویٰ	۱۲؍
دینیات	ع۸؍	سلامتی کا راستہ	۶؍
پردہ	ع۸؍	اسلام کا نظریہ سیاسی	۸؍
تنقیحات	ع۸؍	اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے	۸؍
تفہیمات	۸ے؍	انسان کا معاشی مسئلہ	۸؍
اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر	عہ	اسلام اور جاہلیت	۷؍
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں		دین حق	۶؍
تجدید و احیائے دین	عہ؍	نیا نظام تعلیم	۶؍
مسئلہ جبر و قدر	عہ	مذہب کا انقلابی تصور	۶؍
مسئلہ قومیت	ع۸؍	تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں	۶؍
سود	۸ے؍	شہادتِ حق	۶؍
الجہاد فی الاسلام	ۂعہ	اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر	۶؍
روداد جماعت اسلامی حصہ اول	عہ	جہاد فی سبیل اللہ	۶؍
" " حصہ دوم	۱۴؍	اسلام کا نظام حیات	۱۰؍

مکتبہ جماعتِ اسلامی۔ ذیلدار پارک، اچھرہ۔ لاہور

بعض معرکۃ الآرا مسائلِ اسلامی کی تشریح و توضیح

یہ کتاب مؤلف کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جن میں اسلام کے اُن مہمات مسائل کو سمجھانے کی کوشش کیگئی ہے جنکے متعلق آجکل عموماً لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ مثلاً توحید، ہدایت و ضلالت، عبادت، جہاد، آزادی، رواداری، قومیتِ اسلامی، عقیدۂ توحید کے ساتھ ایمان بالرسالت کا ضروری ہونا، رسُول کی صحیح حیثیت، رسالت محمدی کا ثبوت عقلی، شریعت اسلامی میں حدیث کی اہمیت، قرآن اور حدیث کا باہمی تعلق، منکرین حدیث کے شبہات کا ازالہ وغیرہ۔ حصہ دوم زیر طبع ہے اور وہ بھی ایسے ہی اہم مسائل پر مشتمل ہے۔ قیمت مجلد (۳؎) علاوہ محصولڈاک

تنقیحات یہ مولف کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جنمیں اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم، اور اس سے پیدا شدہ مسائل پر تنقیدی اور تعمیری دونوں حیثیتوں سے بحث کی گئی ہے۔ مسلمانوں کی زندگی پر جن جن پہلوؤں سے مغربی تہذیب و تمدن اور مغربی تعلیم نے اثر ڈالا ہے۔ قریب قریب ان سب پر ان مضامین میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ان اُلجھنوں کو صاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو مغرب سے مرعوب اور اسلام سے ناواقف ہونے کی بدولت عموماً مسلمانوں کے ذہن میں پیدا ہو گئی ہیں۔

۲۴۰ صفحات۔ قیمت غیر مجلد دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصولڈاک

مطبوعات مکتبہ جماعت اسلامی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
الجہاد فی الاسلام	(زیر طبع)	ہیگل مارکس اور نظام اسلام	(زیر طبع)
رسالہ دینیات	۱/۸/-	رسالہ دینیات (انگریزی) نیاایڈیشن	۳/۸/-
حقوق الزوجین	۱/۸/-	اسلام کیا ھے (انگریزی) نیاایڈیشن	۱/۸/-
مسئلہ قومیت	۱/۸/-	الحاد کے بعد کیا (")	-/۱۲/-
مسئلہ جبر و قدر	۱/-/-	سلامتی کا راستہ	-/۶/-
تجدید و احیائے دین	۱/-/-	اسلام کا نظریہ سیاسی	-/۸/-
اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر	۱/-/-	اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ھے؟	-/۸/-
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	۱/۴/-	انسان کا معاشی مسئلہ	-/۸/-
سیاسی کشمکش حصہ اول	۱/۴/-	اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر	-/۶/-
سیاسی کشمکش حصہ دوم	۲/۸/-	نیا نظام تعلیم	-/۶/-
سیاسی کشمکش حصہ سوم	۲/-/-	ہندوستان میں تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل	-/۸/-
اسلام کا نظام حیات	-/۱۰/-	دین حق	-/۶/-
پردہ	۲/۸/-	اسلام اور جاھلیت	-/۶/-
تنقیحات	۲/۸/-	ایک اھم استفتا	-/۳/-
خطبات نیا ایڈیشن	(زیر طبع)	دستور جماعت اسلامی	-/۳/-
تفہیمات	۳/۸/-	روداد جماعت اسلامی حصہ اول	۱/-/-
حقیقت توحید	۱/۲/-	روداد جماعت اسلامی حصہ دوم	-/۱۴/-
اسلام اور ضبط ولادت	۱/-/-	روداد جماعت اسلامی حصہ سوم	۲/-/-
مسئلہ سود (زیر طبع)	۲/۱۲/-	روداد اجتماع خواتین	-/۱۲/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ جماعت اسلامی

۵-الف ذیلدار پارک اچھرہ-لاہور (پاکستان)

مطبوعہ رپن پریس، لاہور